جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

ستمبر ۱۹۹۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۷ | جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ - ستمبر ۱۹۹۹ء | شمارہ : ۱۲

مدیر

سید محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے	سالانہ	۱۳۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی	”	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	”	۶ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ	”	۱۶ ڈالر
برطانیہ	”	۲۰ ڈالر

○ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ ”انوارِ مدینہ“ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶-۷۷۲۳۲۷۳-۷۷۲۶۶۹۱

فیکس نمبر ۷۷۲۶۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

○

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ”انوارِ مدینہ“ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

حرفِ آغاز ―――――――――――――――――― ۳

درسِ حدیث ―――――― حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ―――――― ۱۱

جلوۂ حسن دکھانے میں (نعت) ―― جناب سیّد امین گیلانی صاحب ―――― ۱۶

مکتوب مدنی ――――― حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ ―――― ۱۷

آبِ زم زم ―――――― مولانا عبد الحفیظ صاحب ―――――― ۲۰

آہ ! مولانا نعمانی مرحوم ――――― حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ―――― ۳۲

مارٹن لنگز کا فلسفہ وحدتِ ادیان ―― حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ―― ۴۴

حاصل مطالعہ ――――― حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ―――― ۵۵

اخبار الجامعہ ―――――――――――――――――― ۶۴

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد

عالمِ اسلام میں نبی علیہ السّلام کی جہادی سنتوں کے احیاء کی فکر عملی خدوخال اختیار کرتی چلی جارہی ہے اور اس کا تابناک سورج افغانستان میں طلوع ہوچکا ہے جس کے جمال سے افغانستان کے مظلوم عوام تسکین حاصل کر رہے ہیں جبکہ اسکا جلال کُفر کی آنکھوں کو خیرہ کیے جارہا ہے۔ وہ مستقبل میں اسلام کی بالادستی اور کُفر کی زیردستی کُھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں، مگر مُسلمانوں کی سربلندی اور عزّت کُفر کبھی گوارا نہیں کرتا۔ وہ اس کو "ٹھنڈے پیٹوں" ہرگز قبول نہ کریں گے۔ یہود و نصارٰی اور ہندو مُسلمانوں کے خلاف متّحد ہوچکے ہیں وہ ہر قیمت پر جہادی شجر کو بے ثمر کرنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر مُسلمانوں کا فرض ہے کہ اسلام کی عزّت کی خاطر بہرصُورت کمربستہ ہوجائیں اور جہادی قوّتوں کی زبانی تائید و حمایت پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اپنی جان اولاد اور مال سب اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیّار ہوجائیں تاکہ رأس الکفر امریکہ اور اس کے پٹھوؤں کو شکستِ فاش دی جاسکے۔ ماہ جولائی اور اگست میں امریکہ کی سربراہی میں بھارت اور احمد شاہ مسعود نے انتہائی خُفیہ اور خطرناک سازش کے ذریعہ افغانستان پر حملہ کا پروگرام بنایا جس میں پاکستانی سرزمین کو بھی استعمال کیا جانا تھا۔ اس حملہ میں بشمول مجاہدِ اسلام بن

لادن اور بڑے بڑے جہادی قائدین کو شہید کرنے کا پروگرام بنا لیا گیا تھا۔ اللہ بھلا کرے جمعیت عُلماء اسلام کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم کا جنھوں نے اکابرین عُلماء دیوبند کے نقشِ قدم پر چلتے ہُوئے بر وقت کُفر کے سردار امریکہ کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا اور امریکہ کو براہِ راست للکارا کہ اگر امریکہ نے حملہ کیا تو پاکستان کی سرزمین پر کسی امریکی کو زندہ نہیں چھوڑا جائے گا مولانا کی للکار پر قوم نے لبّیک کہا، امریکہ کے در و دیوار میں دراڑیں پڑ گئیں، اس کو فوری طور پر پسپا ہونا پڑا۔ آئندہ بھی اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ پسپائی رکھے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پُوری قوم اس جہادی تحریک میں جمعیت عُلماءِ اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے تاکہ اس سعادت کی گھڑی میں نصیب والوں کی جھولی مرادوں سے بھر جائے۔

اسامہ اور طالبان کے خلاف آپریشن کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم نے کیسے ناکام بنایا، اس کی تفصیل "ہفت روزہ ندائے ملّت" نے ۱۹ تا ۲۵ اگست ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں شائع کی ہے اس کی افادیت کے پیشِ نظر شکریہ کے ساتھ اس کو ہم اپنے اداریہ کا حصّہ بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ (مدیر)

اگر آپ مذاکرات کی بات کریں گے تو ہم مذاکرات کے لیئے تیّار ہیں اگر آپ سفارتکاری کی بات کریں گے ہم سفارت کاری کے لیے تیّار ہیں، اگر آپ گولی کی بات کریں گے تو جواب گولی سے دیا جائے گا، اس کے علاوہ مَیں آپ کو امریکی شہریوں کے تحفّظ کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ . . دھمکی آمیز لہجے سے گفتگو کا آغاز کرنے والی امریکی خاتون سفارت کار خوف زدہ چہرے کے ساتھ اُٹھ کر چلی گئیں۔

جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن اور امریکی سفارت خانے کی خاتون نمائندہ جی ایلس ویلز کے درمیان ۳ اگست ۹۹ء کو اسلام آباد میں مولانا کی رہائش گاہ پر ہونے والی اس ملاقات کے یہ آخری الفاظ تھے جو ۳ اگست کی رات بین الاقوامی الیکٹرانک میڈیا اور

۴ اگست کی صبح پرنٹ میڈیا کی اہم ترین خبر تھی۔اس مختصر سی خبر کے پسِ پردہ حقائق کہیں زیادہ انکشاف انگیز ہیں۔

افغانستان، طالبان اور اسامہ سے وابستہ یا عقیدت رکھنے والی تقریباً ہر شخصیت ایسا بیان اور فتوے دے چکی ہے کہ اگر امریکہ نے افغانستان اور اسامہ پر حملہ کیا تو پھر کوئی امریکی شہری محفوظ نہیں رہے گا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ ایک امریکی سفیر کو نہ صرف مولانا فضل الرحمٰن کے گھر جانا پڑا بلکہ دھمکی آمیز لہجے میں ان سے بات کرنا پڑی! حقیقت یہ ہے کہ یکم جنوری ۹۹ء سے ۲۰ جون ۹۹ء تک کے عرصہ میں امریکہ، بھارت اور احمد شاہ مسعود کا ایک بہت بڑا منصوبہ بعض قوتوں نے مولانا فضل الرحمٰن کے ذریعہ ناکام بنا دیا۔ ۲۱ جون ۹۹ء کو مولانا فضل الرحمٰن کا افغانستان کا دورہ بڑی اہمیت کا حامل تھا جس کے ذریعے امریکہ اور امریکی ایجنسیوں کو دو برسوں میں تیسری بڑی ناکامی ہوتی۔ پہلی ناکامی ایف بی آئی کے کمانڈوز اور اسامہ کی فورس کے ذریعے ہوئی تھی جس میں ۱۲ امریکی کمانڈوز ہلاک ہوئے تھے۔ دوسری ناکامی جنرل رالسٹن کروز میزائل آپریشن کی ہوتی جسے پاکستانی ایجنسی نے ناکام بنا دیا اور اب تیسری ناکامی مولانا فضل الرحمٰن کے ذریعے ہوتی جس سے امریکی حکومت سٹ پٹا کر رہ گئی۔

۷ جون ۹۹ء برطانیہ میں بھارتی سفارت خانے میں اسامہ اور طالبان کے خلاف آپریشن کے لیے ایک اہم اجلاس ہوا جس میں احمد شاہ مسعود کے بھائی ولی مسعود، بھارتی ایجنسی را کے اعلیٰ افسران وکرم سنگھ اور اجیت رائے کے علاوہ امریکی دفاع کے دو افسران نے شرکت کی۔ وہاں پر بھارت اور روس کی طرف سے احمد شاہ مسعود کو پہنچائی جانے والی دفاعی امداد کا جائزہ لیا گیا اور احمد شاہ مسعود کے کزن مسعود خلیلی کی خفیہ رپورٹوں کا جائزہ لیا گیا جو بھارت میں بیٹھ کر را کی زیرِ نگرانی افغانستان کی طالبان حکومت کے خلاف کام کر رہا ہے اور باغیوں کو اسلحہ پہنچا رہا ہے روس کے راستے بھی امریکی کمانڈوز اور بھارتی ایجنسی کے اہل کار افغانستان میں احمد شاہ مسعود کے زیرِ قبضہ علاقوں میں پہنچ چکے تھے جبکہ ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، راکٹ لانچر، میزائل اور بھاری سامان پہلے ہی احمد شاہ مسعود کو پہنچا دیا گیا تھا۔ دوسری طرف پاکستان میں افغانستان اور ایران کی سرحد کے ساتھ ساتھ امریکہ اور مختلف ممالک کی مشترکہ ٹیمیں جدید مواصلاتی ساز و سامان کے ساتھ جنوری سے وہاں ڈیرے جما کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جبکہ امریکی کمانڈوز پاک افغان سرحد پر پشاور کے راستے قبائلی علاقوں میں افغان سرحد میں

داخل ہونے کے لیے گزشتہ تین ماہ سے تیار تھے۔ جولائی کے پہلے ہفتہ سے اگست کے پہلے ہفتہ کے دوران احمد شاہ مسعود کی فوج کے ذریعے طالبان پر بڑے حملے کی تیاری ہو چکی تھی جس کے فوری بعد پاکستان کے قبائلی علاقوں کی طرف سے امریکی کمانڈوز نے جب کہ رُوس کے راستے آنے والے وہ کمانڈوز جو احمد شاہ مسعود کے علاقہ میں موجود تھے نے قندھار کی طرف پیشقدمی کرنا تھی اور پاک افغان اور ایران سرحد کے ساتھ ساتھ درجنوں ٹیمیں ان تمام سرگرمیوں کو واچ کر رہی تھیں، لیکن اس دوران میں پاکستان کے اہم خُفیہ اداروں نے طالبان اور اسامہ کے خلاف متوقع آپریشن کا سارا بلیو پرنٹ حاصل کر لیا، چنانچہ جیسے ہی ۷ رجون ۹۹ء کو برطانیہ میں بھارتی سفارت خانے میں ہونے والے اجلاس میں آپریشن کی منظوری دی گئی تو ایک طرف طالبان کو ریڈ الرٹ کر دیا گیا تو دوسری طرف مبینہ طور پر ایک بریفنگ میں مولانا فضل الرحمٰن کو احمد شاہ مسعود کے ان تمام ٹھکانوں کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا جہاں پر بھارتی امدادی سامان اور رُوسی ٹینک اور جدید بکتر بند گاڑیاں پہنچائی گئی تھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کو احمد شاہ مسعود کے پاس موجود امریکی کمانڈوز پاکستان کے قبائلی علاقوں میں موجود امریکی کمانڈوز اور دیگر غیر ملکی ٹیموں کو مار بھگانے اور اسامہ کے خلاف ایک اور بڑے آپریشن کو ناکام بنانے کی حکمت عملی سے بھی کسی حد تک آگاہ کر دیا گیا، دریں اثناء مولانا فضل الرحمٰن کو طالبان تحریک کے امیر ملا محمد عمر مجاہد کی طرف سے افغانستان کے باضابطہ دَورے کی دعوت بھی موصول ہو گئی۔ مولانا فضل الرحمٰن کو ۱۵ سے ۲۱ رجون تک اسلام آباد اور کوئٹہ میں اہم اجلاسوں میں سارے منصوبے سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔

۲۱ رجون کو مولانا فضل الرحمٰن اور اُنکے ساتھی ایک قافلے کی شکل میں جیسے ہی چمن پہنچے غیر ملکی ٹیمیں، امریکی نمائندے اور سی آئی اے کا پُورا نیٹ ورک الرٹ ہو گیا۔ اگلے روز صُبح کی نماز چمن میں ادا کی گئی اور جیسے ہی مولانا فضل الرحمان کے قدم افغانستان بارڈر کی طرف بڑھے اسامہ کے خلاف کام کرنے والا پُورا امریکی مواصلاتی سسٹم حرکت میں آگیا۔ امریکیوں کو اس وقت اپنے تمام منصوبے خاک میں ملتے نظر آئے جب پاک افغان سرحد پر افغانستان میں داخل ہونے سے قبل پاکستانی حکام اور خُفیہ اداروں کے اہل کاروں نے اُنھیں باقاعدہ پروٹوکول کے ساتھ رُخصت کیا، جبکہ افغانستان میں تو مولانا کے استقبال کے لیے ایک سربراہِ مملکت کے برابر پروٹوکول کی تیاریاں ہو چکی تھیں اور یہ باقاعدہ پروٹوکول

اُنھیں قندھار میں ملنا تھا۔ مولانا نے جیسے ہی افغان سرحد کے اندر قدم رکھا سرمی پل کے گورنر نے سرکاری گارڈز کے ساتھ ان کا استقبال کیا اُن کا پہلا قیام جو کہ مختصر وقت کے لیے تھا وہ اسپن بولدک کے مقام پر تھا وہاں پہ اس علاقہ کے طالبان کمانڈروں نے مولانا سے ملاقات کی اور اُنھیں افغانستان میں حکومت کے اقدامات اور باغیوں کی سرگرمیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ اسپن بولدک کے ڈپٹی کمشنر مولانا مخدوم عبدالحق نے بھی اُن سے ملاقات کی۔ طالبان حکومت کے قیام کے بعد مولانا فضل الرحمٰن کا افغانستان کا یہ پہلا باضابطہ دورہ تھا۔ اسپن بولدک وہی مقام ہے جہاں سے طالبان تحریک کا آغاز ہُوا تھا۔ پاکستانی مہمانوں کی اگلی منزل تختہ پل کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ جہاں طالبان کے اہم کمانڈروں نے مولانا کو ایئرپورٹ پہنچایا۔ جہاں سے وہ قندھار کی سرزمین پر اُترے۔

قندھار میں مولانا کی پہلی ملاقات نائب وزیر خارجہ ملا عبدالجلیل سے ہُوئی۔ جنھوں نے مولانا کو احمد شاہ مسعود اور باغیوں کی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا اور باغیوں کی طرف سرکاری فوجوں کی پیشقدمی کرنے کی تیاریوں کی صُورتِ حال بتائی افغان ذرائع کے مطابق مولانا نے افغان نائب وزیر خارجہ کو امریکہ کے متوقع حملے اور کمانڈو آپریشن کے بارے میں مختصر طور پر آگاہ کیا تفصیلی گفتگو طالبان اسلامی تحریک کے امیر سے ہونا تھی۔

ذرائع کے مطابق ظہرانے کے بعد تین بجے پاکستانی مہمان کی ملاقات طالبان کے امیر ملا محمد عمر مجاہد سے ہُوئی جس میں قندھار کے گورنر، طالبان کے اہم کمانڈوز، افغان خُفیہ ایجنسی کے سینئر افسران شریک تھے۔ اس عام ملاقات کے بعد مولانا کی افغانستان کی تین اہم شخصیات کے ساتھ علیحدگی میں دو گھنٹے تک ملاقات ہُوئی۔ باوثوق ذرائع کے مطابق مولانا نے افغان حکام کو برطانیہ میں احمد شاہ مسعود کے بھائی اور بھارت میں اُن کے کزن کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ جولائی اور اگست میں امریکی متوقع حملے کی تفصیلات سے آگاہ کیا گیا احمد شاہ مسعود کے منصوبے کی ساری تفصیلات سے افغان حکام کو آگاہ کرنے کے بعد اُنھیں باور کرایا گیا کہ احمد شاہ مسعود پہ حملے اس لیے ناگزیر ہیں تاکہ اُن کے خفیہ ٹھکانوں سے رُوسی اور بھارتی اسلحہ اور مشینری برآمد ہو سکے اور احمد شاہ مسعود کے علاقے میں موجود امریکی اور بھارتی کمانڈوز اور خُفیہ اداروں کے اہلکار فی الوقت رُوس کے راستے واپس چلے جائیں۔ نیز باغیوں کو دفاعی پوزیشن میں لاکر اسامہ کو کچھ عرصے کے لیے دوسرے محفوظ مقام پر منتقل کر دیا جائے۔

مولانا فضل الرحمٰن پاکستان سے جو تیاری کر کے گئے تھے اُس کے پہلے حصّے کو اُنھوں نے مُلّا عمر سے ملاقات کے ساتھ ہی عملی جامہ پہنا دیا، پروگرام کا اگلہ حصّہ ان دھمکیوں اور فتووں کا تھا جو امریکہ کے خلاف دیئے جانے تھے۔ اس کام کے لیے سب سے بڑا اجتماع ارغنداب کے مقام پر ہُوا وہاں پر مولانا نے اہم خطاب کیا۔ جلسے میں افغانستان کی اہم شخصیات طالبان کے کمانڈروز، طالبان اور اسامہ کی ذاتی فورس کے لوگ بھی شریک تھے جبکہ وہاں پر باغیوں کے نمائندے بھی شریک تھے جو اپنے آقاؤں کو پل پل کی رپورٹ پہنچا رہے تھے۔ وہاں پر مولانا نے پہلی بار باقاعدہ طور پر امریکہ کے خلاف جہاد کا اعلان کیا مولانا کے خطاب کے بعد طالبان اور افغان باشندوں نے اجتماعی طور پر عہد کیا کہ افغانستان پر حملہ کرنے کی صُورت میں یا حملہ کی تیاری کرتے ہُوئے نظر آنے والے غیر ملکیوں کو ہلاک کر دیا جائے گا اور یہیں پر ایک مقرّر کی ہاں میں ہاں ملائی گئی کہ اگر اسامہ کو نقصان پہنچایا گیا تو پہلی فرصت میں اس کے بدلے ایک لاکھ امریکیوں کو ہلاک کیا جائے گا۔ یہی وہ پیغام تھا جس نے امریکی حکام کو ہلا کر رکھ دیا ابھی مولانا فضل الرحمٰن پاکستان واپس پہنچے بھی نہیں تھے کہ امریکہ نے افغانستان کی سرحد کے چاروں طرف منڈلانے والی ٹیموں کو دفاعی پوزیشن میں آنے اور محفوظ مقامات پر چلے جانے کی ہدایت کر دی اور اگلے حکم کا انتظار کرنے کے احکامات جاری کر دیے۔

امریکی سفارت کاروں نے مولانا سے ملاقات کی کوشش شروع کر دی، لیکن مولانا نے ان کو وقت دینے کے بجائے پاکستان کے مختلف علاقوں میں امریکہ کے خلاف جہاد کی تحریک شروع کر دی اس دوران امریکہ نے یہ پالیسی اختیار کی کہ ایک طرف مولانا سے مذاکرات اور امریکیوں کا تحفّظ مانگنے کے لیے ملاقات کی کوشش شروع کی اور دوسری طرف خود افغانستان اور اسامہ پر حملے کا اعلان کرنے لگے جس سے پاکستانی اخبارات میں شہ سرخیوں سے یہ شائع ہونے لگا کہ امریکہ افغانستان پر حملہ کرنے والا ہے حالانکہ کسی کو علم نہیں تھا کہ امریکہ کا تمام منصوبہ ناکام ہو چکا ہے۔ افغان سرحد سے جیسے ہی امریکی اور غیر ملکی ٹیمیں واپس ہُوئیں طالبان نے احمد شاہ مسعود کی طرف پیشقدمی شروع کر دی۔

مولانا فضل الرحمٰن کی فراہم کی ہُوئی اطلاعات دُرست نکلیں، بلگرام کے علاقہ سے طالبان نے بی ایم میزائل لانچرز قلعہ مراد بیگ سے ٹینک شکن میزائل برآمد کیے۔ پنج شیر کے قریب پہاڑی

علاقہ میں امریکی امداد سے تعمیر شدہ ہسپتال جو احمد شاہ مسعود کی خفیہ سرگرمیوں کے لیے استعمال ہوتا تھا وہاں سے غیر ملکی ایجنٹوں کو فرار پر مجبور کر دیا۔ طالبان نے احمد شاہ مسعود کے ٹھکانوں سے ایسے جدید ترین بکتر بند ٹینک برآمد کیے جو حال ہی میں رُوس نے طالبان پر حملے کے لیے فراہم کیے تھے ان پر فضا میں پانچ کلومیٹر تک جبکہ زمین پر سات کلومیٹر تک مار کرنے والی گنیں فٹ تھیں۔ جبکہ اس بکتر بند کے پیچھے ایسے طاقتور پنکھے بھی لگے ہوئے تھے جس سے یہ ٹینک پانی میں بھی چل سکتا تھا اس آپریشن کے دوران جبل السراج سے طالبان نے سازو سامان کا ایک بھاری ذخیرہ قبضہ میں لیا جس میں بھارتی امداد شامل تھی۔ ادویات، بارود اور ضروریاتِ زندگی کا سامان احمد شاہ مسعود کے علاقوں کے لیے بھارت سے آتا رہا ہے۔ یہ سارا سامان طالبان نے قبضہ میں لے لیا۔ بلگرام ایئرپورٹ کے راستے بارودی سرنگوں کی بھاری تعداد بھارت سے پہنچ رہی تھی جو طالبان نے قبضہ میں لے لیں۔ احمد شاہ مسعود نے یہ تمام تیاری گزشتہ چھ ماہ میں کی تھی... طالبان احمد شاہ مسعود کو دوبارہ چھ ماہ پہلے والی پوزیشن میں لے آئے جبکہ مولانا فضل الرحمٰن کی دھمکیوں کے باعث چھ ماہ سے موجود امریکی ٹیمیں وہاں سے محفوظ مقامات پر چلی گئیں یوں ایک بار پھر اسامہ کے خلاف آپریشن کا منصوبہ مکمل ناکام ہوگیا۔

ذرائع کے مطابق اس سے قبل امریکہ کو صرف پاکستانی ایجنسی سے خطرہ تھا اَب اس کے ساتھ مولانا فضل الرحمٰن پر بھی نظر رکھنا ہوگی، چنانچہ تیسرے آپریشن کی ناکامی اور چوتھا آپریشن شروع کرنے سے قبل امریکی سفیر کو مولانا کے گھر بھجوایا گیا تاکہ اُنھیں دھمکی دے کر باور کرایا جائے کہ وہ اسامہ کے خلاف امریکی آپریشن میں رکاوٹ نہ بنیں... اگلا آپریشن کیا ہوگا۔ باخبر ذرائع کا خیال ہے کہ امریکہ بھارت کے ذریعے نومبر اور دسمبر کے قریب پاکستان کے کسی علاقے پر حملہ کرانا چاہتا ہے تاکہ چند روز کے حملے میں پاکستان کی افواج، مجاہد تنظیموں، خفیہ ایجنسیوں کی تمام توجہ دفاعِ وطن کی طرف ہو اور امریکہ افغانستان میں اپنا آپریشن مکمل کرلے لیکن ذرائع کا کہنا ہے کہ جوابی کارڈ پہلے تین کارڈوں سے بھی کہیں زیادہ تیز ہوگا۔ ترپ کا پتہ ابھی طالبان کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔

پاکستانی ذرائع احمد شاہ مسعود کے بھائی ولی مسعود کو برطانیہ میں اور اُن کے کزن مسعود خلیلی کو بھارت میں مسلسل واچ کر رہے تھے اسی دوران اُنھوں نے انکشاف کیا کہ کراچی میں ایک لسانی تنظیم کو اسلحہ بھی مذکورہ

دونوں شخصیات کے افغانستان میں موجود ایجنٹوں اور کراچی میں اُن کے گروپ کے افغانوں کے ذریعے پہنچتا رہا ہے ذرائع کا دعوٰی ہے کہ اگلے ایک ماہ میں مسعود خلیلی کے ذریعے کام کرنے والے بعض گروہوں کے ٹھکانوں پر پشاور اور کراچی میں بڑے آپریشن متوقع ہیں اس انکشاف نے سب کو حیران کر دیا کہ را پاکستان میں تخریب کاری کے لیے افغان اسلحہ احمد شاہ مسعود کے کزن کے ذریعے پہنچاتی رہی ہے۔

مصدقہ ذرائع کے مطابق مولانا فضل الرحمٰن اور امریکی سفیر کی ملاقات سے پیدا ہونے والی صورت حال کے بعد امریکی بحری بیڑے کو واپس جانے کی ہدایت کر دی گئی جو گوادر کی بندرگاہ سے کافی دُور سمندر میں موجود تھا، لیکن بعض ذرائع یہ بھی انکشاف کرتے ہیں کہ امریکہ نے بھارت کو خُفیہ انداز میں ایسی جدید ترین آبدوز دینے کا فیصلہ کیا ہے جو جرمنی نے تیار کی ہے اور جس کی مالیت ۳۵۰ ملین ڈالر کے قریب ہے۔ ذرائع کے مطابق یہ آبدوزیں اسرائیل کے ذریعے خریدی گئی ہیں جس کا نام ڈولفن ہے یہ پاکستانی سمندر کے قریب گشت کرے گی۔ دفاعی ماہرین کے مطابق اس آبدوز میں چھ سے بارہ تک جنگی جہاز آسکتے ہیں اور اس میں کروز میزائل کو ایٹمی وار ہیڈ سمیت ہدف تک پہنچانے کی صلاحیت موجود ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ایسی آبدوزیں اسرائیل کی بندرگاہ حیفا پر پہنچ چکی ہیں... ذرائع کا دعوٰی ہے کہ مستقبل میں خلیج اور پاکستان کے قریب سمندر میں امریکی بحری بیڑوں کے بجائے ایسی آبدوزیں استعمال ہوں گی۔ کیونکہ مُسلمان تنظیموں کی طرف سے دھمکیاں ملنے کے بعد اَب بحری بیڑے غیر محفوظ تصوّر کیے جانے لگے ہیں۔

امریکہ سے موصول ہونے والی رپورٹوں کے مطابق افغانستان اور پاکستان میں مختلف مذہبی رہنماؤں کی طرف سے ایک لاکھ امریکیوں کے قتل کے فتوٰی کے بعد کانگریس کے نمائندوں نے امریکی حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ اسامہ اور افغانستان پر حملوں کے واضح اعلانات کی پالیسی واپس لے کیونکہ اس سے دُنیا بھر میں امریکی شہری غیر محفوظ ہوگئے ہیں... ذرائع کے مطابق فی الوقت امریکہ نے افغانستان اور اسامہ پر حملے کا فیصلہ واپس لے لیا ہے اور اپنی تمام ٹیموں کو منظر سے ہٹا لیا ہے لیکن مستقبل قریب میں دوبارہ کیا منصوبہ بندی ہوگی اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ امریکہ خاموش نہیں بیٹھے گا اور کسی نہ کسی طور پر اپنی ہزیمت اور خفت کا بدلہ ضرور لے گا۔

مولای صلِّ وسلّم دائمًا ابدًا علٰی حبیبک خیر الخلق کلّھم

درس حدیث

بشارتیں، غزوۂ خندق اور صحابہؓ کی جانثاریاں

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

ترتیب و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

کیسٹ نمبر ۲۵ سائیڈ بی ۸ اکتوبر ۱۹۸۳ء

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسّلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد ! عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاتِیْنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ یَوْمَ الْاَحْزَابِ قَالَ الزُّبَیْرُ اَنَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیًّا وَّحَوَارِیَّ الزُّبَیْرُ [1]

ترجمہ : " حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ احزاب (یعنی غزوۂ خندق) کے موقع پر ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : کون شخص ہے جو (دشمن کے) لوگوں کی خبر میرے پاس لائے ؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں لاؤں گا تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : ہر نبی کے حواری (یعنی خاص دوست اور مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں "۔

سابقہ درس سے ربط اور تمہید

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بات چل رہی تھی کہ اُنھوں نے بیعت کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آپ کے دستِ مُبارک پر اُس کے بعد مدینہ منورّہ کے حالات میں دل نہ لگا تو وہاں سے باہر مکّہ مکرّمہ کی طرف چلے گئے حضرت

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص : ۵۶۵

عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں تھیں، اسی طریقہ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی ہُوا، اُنھوں نے بھی بیعت کی پھر جی نہ لگا وہ بھی روانہ ہُوئے مکّہ مکرّمہ کے قریب یا مکّہ مکرّمہ میں ان حضرات کی ملاقات ہُوئی مشورہ ہُوا بصرہ چلے گئے۔

سازش کی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ حضرت زبیر رضؓ حضرت طلحہ رضؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف لشکر کشی کی

وہاں لشکر کشی کی بصرہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت علی رضؓ پہنچے وہاں گفتگو ہُوئی۔ مقابلہ ہُوا لوگوں کی سازش کی وجہ سے اُس میں حضرت طلحہ رضؓ کے بارے میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ اُن کے ایک تیر لگا اُس سے خُون زائل ہوگیا اور وہ تیر مروان نے مارا تھا، کیونکہ صحیح روایات سے یہی ثابت ہے اور اُس کی وجہ بھی میں نے عرض کر دی تھی کہ اُسے ایک شُبہہ تھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اُس سازش میں شامل ہیں جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو جب تیر لگا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک مقام میں لے گئے بصرہ کے وہاں مکان کا سودا بھی کر لیا گیا۔ خرید لیا گیا، لیکن خُون بند نہ ہُوا اگر خُون بند نہ ہو سکے تو چند گھنٹے بعد آدمی کا انتقال ہونے لگتا ہے۔

وفات سے قبل حضرت طلحہ رضؓ کا اپنی رائے سے رجوع فرمانا اور حضرت علی رضؓ کے ہاتھ پر بالواسطہ تجدید بیعت

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا اپنے اس آخری وقت میں کہ سامنے سے جا رہا ہے اُسے بلایا پُوچھا تم کون ہو؟ کس سے تعلّق رکھتے ہو؟ اُس نے کہا کہ مَیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلّق رکھتا ہوں تو حضرت طلحہ رضؓ نے فرمایا تو اپنا ہاتھ دو میں (رجوع کرتے ہُوئے) تمہارے ہاتھ پر علی سے (تجدید) بیعت کرتا ہوں۔ اس کے بعد (حضرت طلحہ رضؓ کی) وفات ہوگئی، یہ حصّہ جو ہے واقعہ کا یہ ازالۃ الخفاء میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ نے بھی نقل فرمایا ہے اور اُنھوں نے لیا تو پچھلی کتابوں سے ہے۔

اُنکے رجوع فرمانے پر حضرت علی رضؓ کی مسرّت اور حدیث نبوی کی سچائی

وہ شخص بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اُس نے واقعہ سُنایا کہ ایسے ہُوا، اُنھوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان سچ ہے آپ نے فرمایا تھا کہ طلحہ کی موت اُس وقت تک نہیں ہوگی جب تک علی رضؓ کی بیعت اُن کی گردن میں نہ جائے تو اِسی طرح ہُوا باقی شہادت کے بعد کے حالات

تو مَیں نے بتا دیے، عشرہ مبشرہ میں سے پانچ حضرات تو یہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدّیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم۔

حضرت زبیرؓ کا ذکر وہ نبی علیہ السّلام کے پھوپی زاد تھے اور مخلص مددگار

چھٹا ذکر آرہا ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پھوپھی زاد بھائی تھے تو ایک شرف تو انھیں یہ حاصل ہے اِس کے علاوہ بے حد شجاع اور بہت بہادر تھے۔

غزوہ خندق اور ابوسفیان کی مُسلمانوں کے خلاف تدبیر

ایک واقعہ پیش آیا ایسا جسے غزوۂ خندق کہتے ہیں اور غزوہ خندق کا ہی نام غزوۂ احزاب بھی ہے۔ بہت سے گروہ جمع ہو کر آ گئے تھے۔ یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اُس وقت تک مُسلمان نہیں ہُوئے تھے لیکن دماغ تو اُن کا بہت اعلیٰ تھا اُنھوں نے ایک ترکیب کی کہ ہر طرف سے ٹکڑیاں منگوالیں۔ ہر قبیلے سے تو بہت سے قبائل نے جتھے بھیج دیے اپنے، چھوٹی چھوٹی پلٹنیں بھیج دیں جو مسلّح تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح صاف واضح ہو جائے گا کہ سارا ملک اور سارے قبیلے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف ہیں ایک فائدہ تو یہ ہوگا۔

ابوسفیان کی تدبیر کا دوسرا فائدہ

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب لڑائی ہوگی تو ہر قبیلے کا آدمی زخمی ہوگا مارا جائے گا اور جب کسی قبیلے کا آدمی زخمی ہو جائے مارا جائے تو بس پھر لڑائی چل پڑتی ہے تو وہ قبائل سارے کے سارے اسلام کے اور جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف (ہمیشہ کے لیے) ہو جائیں گے اور پھر چلتی رہے گی دُشمنی تو ہمیں بہت بڑا سہارا مل جائے گا اور اِس مشکل بیچ سے مُسلمان نہیں نکل سکیں گے۔ یہ انھوں نے سوچا اور سوچ کر باقاعدہ اُس کی تیاری کی راشن لیا تمام چیزیں لیں اور پھر یہ لوگ مدینہ منوّرہ پر چڑھائی کر کے آگئے۔ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پتہ چلا کہ اِس طرح یہ لوگ آتے ہیں۔

نبی علیہ السّلام کا مشورہ فرمانا اور حضرت سلمان فارسیؓ کی عمدہ تجویز

تو آپ نے مشورہ کیا، صحابہ کرام میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں ایران میں ایسا کیا جاتا تھا کہ ایسی صورت میں خندق کھود لیتے تھے وہ خندق بیچ میں

حدِ فاصل ہوتی تھی اُسے پار کرکے ایک دم حملہ کرنا مشکل ہوتا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس تجویز کو پسند کیا

حضرت سلمان فارسیؓ کی عمر ڈھائی سو برس تھی بہت جہاں دیدہ انسان تھے

حضرت سلمان فارسیؓ کو اللہ نے بہت ہی انعامات سے نوازا تھا اور عمر بھی اُن کی بڑی تھی تقریباً ڈھائی سو سال تو اُن کو بہت چیزیں معلوم ہوں گی اُن کے تجربات سے مشوروں سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہوگا۔ایک موقع یہ بھی تھا جہاں فائدہ اُٹھایا گیا تو پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب صحابہ کرامؓ اِس پر متفق ہوگئے، سردیوں کا موسم تھا اور کام بہت زیادہ تھا تو جلدی جلدی کام کیا تاکہ خندق تیار ہو جائے۔اسی مصروفیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازیں بھی قضا ہوتی رہی ہیں۔آپ نے وہ نمازیں اکٹھی پڑھی ہیں۔خندق تیار ہوگئی جب یہ لوگ پہنچے تو ایک دم حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے۔اَب رہ گئے اکا دکا حملے تو وہ چلتے رہے۔

غزوۂ خندق میں خُدائی مدد

اور خداوند کریم نے یہ مدد فرمائی کہ آندھی چلی بڑی شدید اُس میں یہ ہُوا کہ اُن کے خیمے اُکھڑ گئے اُن کے جانور کُھل گئے اور اُن کی دیگیں اُلٹ گئیں بہت شدید آندھی ہُوئی یہ جو اسّی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہَوا چلتی ہے کہیں تو جو شیشے ہوتے ہیں یہ ٹُوٹ جاتے ہیں یا گر جائیں گے یا چٹخ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں تمام چیزیں ہیں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَ اُھْلِکَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ مجھے مدد دی گئی ہے صبا سے، صبا اُس ہَوا کو کہتے ہیں جو اُدھر مشرق سے چلتی ہے جسے پُروا ہَوا کہتے ہیں اور عاد جو ہیں یہ دَبور سے ہلاک ہُوئے ہیں جو ہَوا مغرب کی طرف چلتی ہے۔ قوم عاد کو جو اللہ نے تباہ کیا تھا وہ وہ ہَوا تھی۔ہمارے علاقہ میں وہ ہَوا خشک ہوتی ہے۔ اور وہ (مغرب کی) ہَوا بہت تیز ہوتی ہے۔ اِدھر سے آنے والی بادل ساتھ لاتی ہے بارش ساتھ لاتی ہے ہمارے علاقہ میں یہ ہے اور یہی شاید عرب میں ہے تو قوم عاد جو ہے اُنھوں نے بہت بڑی بڑی جگہیں بنا رکھی تھیں۔ وہ ساری کی ساری اور خود ساری قوم کو ہَوا نے اُٹھا اُٹھا کے پٹخ دیا۔

سابقہ مشرقی پاکستان کے طوفان کی مثال

جب مشرقی پاکستان تھا بنگلہ دیش نہیں بنا تھا وہاں ہَوا کا طوفان آیا تھا اُس میں یہاں سے ہمارے علماء بھی

گئے۔ مجھے مولانا اجمل خان صاحب بتلا رہے تھے کہ وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک کارخانہ تھا اُس کے جو گاڈر تھے۔ بہت بڑے بڑے تھے وہ ایسے مڑے ہُوئے تھے جیسے بچّوں کے کھلونے، اور ایک ٹیوب ویل وہ اُکھڑ کر کوئی سات فرلانگ دُور جا گرا جیسے کوئی بور کرتا ہو ایسے ہَوا نے چکر کاٹا اور اکھاڑا عجیب قسم کی تباہ کن ہَوا تھی۔ تو اُس میں کوئی رہ ہی نہیں سکتا۔ سردیوں کا موسم تھا یہ بھی اور سردیوں کا موسم وہ بھی تھا جب وہ عاد تباہ ہُوئے اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ "صَرْ صَرْ" یہ آندھی ہوتی ہے۔ تو یہ آدمی کو اُٹھا کر پھینکتی ہے بَختی ہے اور بچ جائیں آدمی تو بچ جائیں یہاں (پاکستان میں) چلی تھی ہَوا نارنگ منڈی میں اور قلعہ دیدار سنگھ میں۔ قلعہ دیدار سنگھ کا کچھ حصّہ بچ گیا کچھ تباہ ہوگیا۔ جہاں وہ ہَوا گئی ہے بس وہ تباہ ہوگیا وہ کہتے تھے کہ درخت ایسے کٹے ہُوئے تھے جیسے کسی نے تلوار سے یا کسی چیز سے کاٹ دیے ہوں اور ایک مکان کی چھت اُڑی اور اندر جو سامان تھا وہ بھی اُوپر جا کر ایک درخت پر لٹک گیا اور ایک بچھڑا لٹکا ہُوا تھا بس منٹوں میں کام ہوگیا مگر قوم عاد پہ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ قوم عاد پہ سات راتیں اور آٹھ دن ہَوا چلی یہاں (غزوۂ خندق میں) ایسے ہُوا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابلے میں جو یہ لشکر تھا۔ وہ سترہ اٹھارہ دن تو ٹھہرا رہا اور اس طرح اِکّا دُکّا مقابلے ہوتے رہے۔ لشکر کا لشکر سے ٹکرانا یہ نہیں ہُوا مڈبھیڑ (نہیں ہُوئی) اور پھر یہ ہَوا چلی، اَب وہ لوگ جو وہاں ٹھہرے ہُوئے تھے۔ مختلف الخیال تھے کسی کا گھر دُور کسی کا گھر پاس اور کسی کو کوئی کام اور کسی کو کوئی کام تو کام اُنہیں یاد آنا شروع ہوگئے۔ اور آندھی کی وجہ سے بھی بددل ہوگئے تو پھر اُن لوگوں نے یہ سوچا کہ اس وقت تو چلتے ہیں پھر آجائیں گے لیکن اتنے قبیلوں کو جمع کرنا اور لانا اور پھر آنا یہ تو مشکل کام ہے اور بددل ہو کر جا رہے تھے۔ دوبارہ جمع ہونا اُن کا اور بھی مشکل تھا۔ جب اُن لوگوں نے طے کر لیا کہ بس اَب چلے جائیں گے جی گھبرا گیا گھر یاد آنے لگے کام یاد آنے لگے تو وہ گئے واپس اور اُس میں حضرت آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا اَب ہم جائیں گے کبھی ان پر اگر حملہ کرنا ہوگا یہ ہم پر حملہ کر کر آنے کے قابل نہیں ہیں۔ چنانچہ اِسی طرح ہُوا پھر وہ قبائل اپنی اپنی جگہوں پہ چلے گئے۔

آپ اقدامی جہاد فرماتے رہے ہیں | اور پھر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے ایسے مواقع

بقیہ بر صـ ۳۱

الحاج سید امین گیلانی

جلوۂ حُسن دکھانے میں اُنھیں عذر نہیں

جب تک اُن کی نگہہِ لُطف اِدھر ہو نہ سکی
زندگی میری تسلّی سے بسر ہو نہ سکی

لے گیا چپکے سے عزرئیلؑ مری جان آکر
مِرے مرنے کی مجھے بھی تو خبر ہو نہ سکی

نہ لگا شاخِ تمنّا پہ مِری کوئی ثمر
یہ ہے وہ شاخ جو مرہون ثمر ہو نہ سکی

سرزنش مجھ کو جو کی وجہ نہ پُوچھی مَیں نے
مَیں پسر ان کا تھا، توہینِ پدر ہو نہ سکی

وہ ترا غم تھا کہ تھمتے نہ تھے مرے آنسو
غمِ دُنیا تو نہ تھا آنکھ بھی تر ہو نہ سکی

بن کے خیر البشرؐ آئے مرے آقاؐ تو ہُوئی
ان سے پہلے کبھی تکمیلِ بشر ہو نہ سکی

مَیں وہ کمزور ہوں یا رَب تری نصرت کے بغیر
آج تک کوئی بھی مشکل مِری سَر ہو نہ سکی

بند کر رکھے ہَیں سب روزن ودر پاگل نے
پھر یہ کہتا ہے مِرے گھر میں سَحَر ہو نہ سکی

جلوہٗ حُسن دکھانے میں اُنھیں عذر نہیں
تجھ میں پیدا وہ امیںؔ تاب نظر ہو نہ سکی

مرسلہ : ڈاکٹر محمد امجد

مکتوبِ مدنی رح

شیخ الاسلام مولانا سید حُسین احمد مَدَنی رحمۃ اللہ

آپ کے والا نامہ کے متعلق یہ عرض ہے کہ یقیناً قلبی اور رُوحی حالت دُرست ہونی چاہیے فلسفہ خواہ یونانی ہو یا یورپی اس حالت میں تغیر پیدا کرتا ہے، جو شرعی اور آسمانی تعلیمات سے ہونی چاہیے ۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت ۔ بے تمکیں بود
گر بہ استدلال کار دین بودے　　فخر رازی راز دارے دین بودے
علم معقولات گندہ می کند　　علم منقولات بندہ می کند
علم منقولات علم انبیاء　　علم معقولات علم اشقیاء الخ

ان فلاسفہ کے لچر اور پوچ خیالات وَفَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ کے ماتحت ہیں، جو علوم الٰہیہ سے کہیں بھی مناسبت نہ رکھنے کی بناء پر مبغوض ہیں، اس لیے قلب پر ضرور گندگی اور نجاست پیدا کرتے ہیں اور صفاء روح میں حاجز ہیں ۔ قرنِ اوّل اس سے بالکل مطہر نظر آتا ہے لہٰذا حتّی الوسع اس سے اشتغال میں کمی ہونی چاہیے، تاہم اس نجاست کے زائل کرنے کے لیے اگر اس میں اشتغال ہو تو جس طرح کھاد سے گل و ریحان پیدا ہو جاتے ہیں، ممکن ہے یہ بھی کسی مفید نتیجہ تک پہنچا دے، بہرحال بالفعل اس میں گندگی ضرور ہے، دو ضرورتیں اس پر مجبور کر رہی ہیں ۔ نوعمروں اور غیر تجربہ کاروں کی اصلاح، دوسرے ملازمت اور ضرورتِ معاش، اس لیے پوری کوشش ہونی چاہیے کہ اس کے ضرر سے بھی بچیں اور آگے کو صفائی اور تنوّر میں بھی فرق نہ آئے ۔ بناء برین جلاء قلب یعنی ذکر کی کثرت اور استغفار کی مداومت بہت زیادہ ضروری ہے، جو خیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں بحمداللہ آپ خود ان کو گندہ سمجھ کر دفع کرتے رہتے ہیں ۔ اسی قسم کے واقعات کو صحابہ نے عرض

کیا تھا، جس کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عین الایمان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجیے اور ذکر و فکر میں لگے رہیے، عاقبت روزے بیابی کام را۔

آپ دیوبند کتب خانہ قاسمیہ سے مجموعہ شجرات منگا لیجیے اور اس میں سے حضرت نانوتوی رح کا شجرہ فارسیہ جس کی ابتداء الٰہی غرق دریائے گناہم سے ہوتی ہے اس کو کم ازکم ایک مرتبہ دن میں دعاءً ضرور پڑھ لیا کیجیے۔

دوسرے امر کی نسبت آپ کو وہ حدیث شریف یاد دلاتا ہوں جس میں فرمایا گیا ہے :

ان المرأة خلقت من ضلع ایسر وان اعوج شیئ الضلع اعلاہ (الحدیث)

ترجمہ : بیشک عورت (آدم کی) بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور بہت ٹیڑھی چیز پسلی میں اوپر کی پسلی ہے۔

یہ صنف ہی طبعی طور پر اعوج ہے اور چونکہ اعالی ضلع سے پیدا ہوتی ہے اس لیے اس میں اعوجاج بھی زیادہ تر ہے۔ اب دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی ضروری ہے، یا تو پوری طرح اس کو سیدھا کیا جائے، تب توڑنا پڑجائے گا، جوکہ بہت سی دینی اور دنیوی مصالح کے خلاف ہے یا اسی اعوجاج کے ساتھ ساتھ منافع دینی اور دنیوی کو حاصل کر لیا جائے اور اسی اعوجاج پر صبر کیا جائے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دوسری شق کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر عورتیں اعوجاج سے پاک ہوتیں تو ازواجِ مطہرات ہوتیں۔ لہٰذا استقامتِ کاملہ کو تلاش کرنا اور بالخصوص نوعمر، ناتجربہ کار لڑکی میں اور وہ بھی دیہات کی رہنے والی میں۔ بہت زیادہ بے موقع بات ہے۔ شہروں کی لڑکیوں میں بہت سی باتیں حسبِ طبع پائیں گے، مگر ان میں دوسری خرابیاں اتنی اور ایسی ہیں۔ جن کے سامنے موجودہ خرابی کی کوئی وقعت نہیں، آخر کار کانپور کے متعلق آپ کو کچھ انکشافات ہوئے ہی تھے اور پھر اگر یہ لڑکی بالکل مستقیم ہوتی تو آپ کے نفس کی اصلاح کس طرح ہوسکتی، آپ اپنے نفس کو جنید رح و شبلی رح کا نفس سمجھتے ہوں گے، حالانکہ اُن کا نفس بھی نفس ہی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السّلام تو فرماتے ہیں۔ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ ایسے ظلوم وجہول کو جب، ہر وقت چونکے اور تیز چونکے نہ پڑیں گے، کب درست ہوسکے گا۔

خدا کا شکر کیجیے کہ آپ کی اصلاح کا اللہ تعالیٰ نے سامان کیا ہے جس میں آپ کو ایک گونہ مجبوری ہے،

ملازم اگر خلافِ طبع کام کرنا۔ کان پکڑ کر نکال دیا جاتا، مگر یہاں نہ نکال سکتے ہیں اور نہ چونکوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ علیحدہ رکھ کر اگرچہ بغیر طلاق ہو زندگی بسر کرنا سخت نامردی اور جُبن ہے اور اصلاحِ نفس سے بہت دُور کرنے والا ہے، یہ بہت عمدہ ذریعہ آپ کی درستی کا ہے، تحمّل کیجیے اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے تحمّل کو سامنے رکھیے۔ یہاں تو شرارت کا مادّہ نہیں ہے۔ وہاں فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبکُمَا۔ وہاں تو عورتیں سَوت موجود ہیں۔ یہاں ایک ہی بے چاری ہے۔

بھونرا بولے پھُول کا کلی کلی رس لے کانٹا لاگے پریم کا تڑپ تڑپ جیوے

ساتھ رکھیے اور بوجھ اُٹھائیے اور صبر کیجیے اور کڑوے سے کڑوے گھونٹ پیجیے اور اس کو نعمت سمجھیے یہاں حوروں کے ملنے کا امکان نہیں ہے، ان کے لیے یہ ذریعہ ہے۔ والدہ ماجدہ درست کرتی رہیں گی اور انشاء اللہ آہستہ آہستہ درستی آجائے گی، اللہ تعالیٰ سے تنہائی میں اسکی اصلاح کی بھی دُعا کیجیے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوف فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (الآیۃ)

اور گزران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں، تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز۔ اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت خوبی۔

اس میں انشاء اللہ خیر و برکت ہے ان کے حقوقِ مضاجعت وغیرہ میں بھی کمی نہ کیجیے اگر غصّے کی وجہ سے ناگوار اُمور پر جلنا بھُننا بھی پڑے تو ازواجِ مطہرات نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس قدر ستایا تھا کہ وہ دو دو تین تین دِن تک غصّے کی بناء پر بات نہیں کرتے تھے۔ نہ آپکا نفس نفوسِ نبویہ سے پاک تر ہے کہ اس کی اصلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اور نہ آپ کے لیے ازواجِ نبویہ سے بالاتر عورت ڈھونڈی جا سکتی ہے۔ صبر نہیں، بلکہ شکر کا موقع ہے۔ واللہ ولی التّوفیق۔

والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ از نئی سڑک سلہٹ

"آبِ زم زم"

فضائل فوائد خصوصیات برکات

مولانا عبد الحفیظ صاحب فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

آبِ زمزم ایک لطیف وشیریں خوش ذائقہ، زُود ہضم، انتہائی برکت فضیلت اور عظمت والا پانی ہے جسے دُنیا جہان کے پانیوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے، آبِ زمزم وہی چشمۂ حیات ہے جس نے سیّدہ ہاجرہ (سلام اللہ علیہا) کے قلبِ مغموم ومحزون کو راحت و رأفت کی نوید جانفزا سے نوازا نیز بلکتے اور تڑپتے ہوئے ایک جاں بلب معصوم شیر خوار کو پیغامِ حیات سُنایا۔

آبِ زمزم کا چشمہ پانچ ہزار سال سے جاری وساری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اربوں کھربوں انسان اس سے سیراب ہوچکے ہیں ہورہے ہیں اور ہوتے رہیں گے ۔ اس بے مثال پانی نے اپنے مقناطیسی اثر سے قبیلہ بنو جُرہُم کو اپنا انیس و ہم جلیس بنا کر ایک ویرانے کو اسلامی دُنیا کا مرکز بنا دیا۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے اپنی عفت مآب زوجۂ مکرمہ حضرت ہاجرہ (سلام اللہ علیہا) اور اپنے شیر خوار لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو عرب کے سنگلاخ ریگ زاروں میں یک و تنہا، بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے تو ان غریب الوطن ماں بیٹے کا توشۂ حیات چند ہی دنوں میں ختم ہوگیا۔ معصوم بچّہ پیاس کی شدّت سے بے بس ہوکر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگا تو ماں کی مامتا جگر گوشے کا تڑپنا بلکنا کب دیکھ سکتی تھی؟ وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتی ہوئی کبھی اِس پہاڑ پر چڑھ جاتی تو کبھی اُس پہاڑ پر کہ شاید بچّہ کی زندگی کی بقاء کا کوئی ذریعہ ہاتھ لگ جائے اور اس بُجھتے ہوئے چراغ کو جِلائیں مُیسّر آجائے۔ اسی اثناء میں حضرت جبریل امین عؑ تشریف لائے اور اپنے پاؤں کی

ٹھوکر یا ہاتھ کے اشارے یا پر مارنے سے ایک چشمۂ جاوداں جاری کر دیا پانی دیکھا تو سیدہ ہاجرہ کی جان میں جان آگئی۔ اُن کا پژ مردہ چہرہ گلاب کی طرح کِھل اُٹھا غم اور اُداسی خوشی میں تبدیل ہوگئی خود بھی شکم سیر ہوکر پانی نوشِ جان فرمایا اور فرزند دلبند کو بھی پلایا جس کی زندگی کا ٹمٹماتا ہُوا چراغ پھر جگمگا اُٹھا۔ پانی کی حفاظت کی غرض سے چاروں طرف مٹی کی باڑ بھی بنا دی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر ہاجرہ اسے بند نہ کرتیں تو آج یہ دریا کی شکل میں ہوتا اور دُنیا کو سیراب کرتا۔

قارئین کرام یہ ہے آب زمزم کی مختصر تاریخ، ہمارے سامنے اس وقت بیروت سے طبع شدہ کتاب "فضلُ ماء زمزم" ہے اس کے مرتّب "سائد بکداش" صاحب ہیں جو نام سے ترکی النسل معلوم ہوتے ہیں۔ اسی کتاب کے تاریخ والے حصّہ کو چھوڑ کر باقی حصّہ کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ عام قاری کی سہولت کے لیے علمی مضامین اور تفصیلات کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔

آب زمزم کی عمر

آبِ زمزم کو روئے زمین پر ظاہر ہوئے تقریباً پانچ ہزار برس بیت چکے ہیں۔ مصنف اس کی تفصیل یُوں بیان کرتے ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السّلام کے مابین دس صدیوں کا فاصلہ ہے۔

"عن محمد بن عمر بن واقد الاسلمی عن غیر واحد من اھل العلم قالوا، کان بین ابراھیم و موسی بن عمران علیھما الصلوٰۃ والسّلام عشرۃ قرون والقرن مائۃ سنۃ"[1]	محمد بن عمر بن واقد الاسلمی نے بہت سے اہلِ علم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السّلام کے مابین دس صدیوں کا فاصلہ ہے۔

جبکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا درمیانی فاصلہ ایک ہزار نوسو برس کا ہے اور

---

[1]

حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مابین پانچ سو انسٹھ برس کی مُدّت ہے اس طرح حضرت ابراہیم اور حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مابین کل مُدّت تین ہزار چارصد انہتر سال ہوئی (۳۴۶۹) پھر اس میں ہم ہجرت سے قبل آپ کی عمر شریف کے ۵۳ سال جمع کریں تو یہ مُدّت ہو جائے گی ۳۵۲۲ سال اس میں مزید ہجرت سے آج تک کا زمانہ جمع کریں تو یہ مجموعی مُدّت ہوگئی ۳۵۲۲ + ۱۴۱۹ = ۴۹۴۱ یعنی چار ہزار نو سو اکتالیس برس۔ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی ولادت کے وقت یا آبِ زمزم کے ظہور کے وقت سیّدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر ۹۹ برس تھی۔ لہٰذا اس مجموعی مُدّت سے ۹۹ برس ہم منفی کریں گے تو آبِ زمزم کی عمر برآمد ہوگی۔ ۴۹۴۱ - ۹۹ = ۴۸۴۲

گویا آج تک آبِ زمزم کو روئے زمین پر ظاہر ہُوئے چار ہزار آٹھ سو بیالیس سال بیت چکے ہیں اور یہ چشمۂ صافی جاری و ساری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا

آبِ زمزم کے اسمائے مُبارکہ

ناموں کی کثرت مسمّٰی کی عظمتِ شان پر دلالت کیا کرتی ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

واعلم بان کثرۃ الاسامی　　دلالۃ ان المسمّٰی سامٍ

آبِ زمزم چونکہ روئے زمین میں سب سے بہتر پانی ہے بلکہ تمام پانیوں کا سردار ہے اس کے فضائل فوائد، خصائص، خیرات، برکات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے نام بھی بہت سے رکھے ہیں۔ حتّٰی کہ عُلماء نے اس کے ساٹھ تک نام گنوائے ہیں۔

صاحب تاج العروس علّامہ زبیدی نے لکھا ہے۔

"وقد جمعتُ اسماءھا فی نبذۃٍ لطیفۃٍ ، فجاءت علی ما ینیف علی ستین اسمًا استخرجتُها من کتب الحدیث واللغۃ" [1]

میں نے آبِ زمزم کے ناموں کو ایک چھوٹے سے رسالہ میں حدیث و لغت کی کتابوں کی مدد سے جمع

---

[1] تاج العروس ج ۸ ص ۳۲۸ (زمم)

کیا تو یہ ساٹھ سے زائد ہو گئے۔

مصنفِ کتاب کو علامہ زبیدی کا یہ رسالہ تو دستیاب نہیں ہوا لیکن مصنّف نے پھر بھی چالیس سے زائد ناموں کو جمع کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) برکۃ ومبارکہ۔ برکت کا معنی بڑھوتری، زیادتی، سعادت اور خیر کا زیادہ ہونا اور یہ سب معانی آب زمزم میں پائے جاتے ہیں۔

(۲) بَرَّہ۔ منافع کی کثرت اور پانی کی وسعت کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ نام اس لیے ہے کہ یہ پانی صرف نیک لوگوں کے لیے ہے نہ کہ فاجروں کے لیے اور بعض کے نزدیک یہ بِر (بکسر الباء) سے بنا ہے جس کا معنی عطیہ کے ہیں چونکہ یہ پانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کے لیے عطیہ تھا۔ اس لیے یہ نام رکھا گیا۔

(۳) بُشریٰ۔ حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی والدہ حضرت ہاجرہ کے لیے یہ بہت بڑی خوشخبری تھی اس لیے یہ نام رکھا گیا۔

(۴) تُکْتَمُ وَمَکْتُومَہ۔ یہ زمزم کے کنویں کا نام ہے کیونکہ قبیلہ جُرہُمْ کے بعد اس کے آثار ونشان مٹ گئے تھے حتیٰ کہ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اسے تلاش کر کے جاری کیا۔[۱]

(۵) حَرَمِیَّہ۔ حرم کی طرف نسبت اور حرم مکی میں ہونے کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے[۲]

(۶) حفرۃ عبدالمطلب۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب نے کنویں کے آثار مٹ جانے کے بعد اسے دوبارہ کھودا تھا اس وجہ سے یہ نام ہے۔

(۷) رَکْضَۃُ جبریل علیہ السلام۔ رکض کے معنی پاؤں سے ٹھوکر مارنا اور پر مارنا ہے۔ چونکہ حضرت جبریل علیہ السّلام نے زمین پر اپنا پر مارا تھا جس سے آب زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔ اسی وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔[۳] نیز اس کا نام ہزمۃ جبریل[۴] بھی ہے۔ ہزم کا

---

[۱] النہایہ ۴/۱۵۱۔ القاموس المحیط (کتم) [۲] لسان العرب (حرم)

[۳] النہایہ ۲/۲۵۹۔ القاموس المحیط (رکض) [۴] النہایہ ۵/۲۶۳

معنی ہے گڈھا ڈالنا چونکہ حضرت جبریل کے پاؤں یا پر مارنے کی وجہ سے گڑھا پڑ گیا تھا اس لیے یہ نام ہوگیا۔ نیز اس کا نام ہمزۃ جبریل[1] بھی ہے۔ ہمز کے معنی دبانے کے ہیں۔ چونکہ حضرت جبریل علیہ السّلام نے اپنی ایڑی سے اس جگہ کو دبایا تھا۔ جس سے پانی نکلا اس وجہ سے ایک نام یہ بھی ہوگیا۔

(۸) اَلرَّوَاءُ اور مُرْوِیَۃ[2]: اس کے معنی ہیں سیراب کرنا اور سیراب کرنے والا۔ چونکہ یہ پانی سب کو سیراب کرتا ہے اس وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

(۹) زَمْزَم[3]: پانی کی کثرت کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے، بعض کے نزدیک زمزم آب زمزم ہی کے لیے خاص ہے کسی اور پر اس کا اطلاق دُرست نہیں ہے، بعض کے نزدیک چونکہ حضرت ہاجرہؑ نے پانی کو روک لیا اور اس کی حفاظت کی اس وجہ سے یہ نام اور بعض کے نزدیک اس آواز کی وجہ سے یہ نام ہے جب یہ پانی پھوٹا تھا تو اُس میں آواز پیدا ہوئی تھی[4]

(۱۰) سَابِقٌ۔ کیونکہ آب زمزم کو دیگر تمام پانیوں پر تقدم، سبقت اور فضیلت حاصل ہے

(۱۱) سَالِمَۃٌ: کیونکہ اس میں سلامتی اور عافیت پائی جاتی ہے۔[5]

(۱۲) سقیاء اللّٰہ اسماعیل علیہ السلام:

(۱۳) سقایۃ الحاج: حاجیوں کو سیراب کرنے والا۔

(۱۴) سیدہ۔ کیونکہ یہ تمام کا سردار ہے[6]

(۱۵) شَبَّاعَۃُ الْعِیَالُ۔ اس لیے کہ یہ پانی تمام گھر والوں کی بھوک پیاس کو مٹاتا ہے۔

(۱۶) شَرَابُ الْاَبْرَار۔ اس لیے کہ نیک لوگ اسے پیتے اور اس سے محبّت کرتے ہیں۔

(۱۷) شِفَاءُ سُقْمٍ: اس لیے کہ اس میں اللّٰہ تعالیٰ کے حکم سے ہر بیماری سے شفا ہے۔

---

[1] القاموس المحیط (ہمز) [2] الروض الانف، ۱/۱۷۱ - النہایہ ۲/۲۷۹

[3] شرح مسلم للنووی، ۸/۱۹۴ - [4] فتح الباری ۳/۴۹۳ [5] لسان العرب (سلم)

۱۲/۲۸۹ [6] تاج العروس (سود)

(۱۸) صَافِیَۃٌ : اس لیے کہ یہ تمام کدورات سے پاک ہے[۱]

(۱۹) طَاہِرَۃٌ : بمعنی پاکیزہ، اس لیے کہ یہ تمام عیبوں اور نقائص سے بالکل پاک اور صاف ہے

(۲۰) طَعَامُ طُعمٍ : لہٰذا جس شخص نے اسے سیر ہونے کی نیت سے پیا تو یہ غذا کا بھی کام دے گا۔

(۲۱) طَعَامُ الْاَبْرَارِ[۲] اس نام کو یاقوت نے معجم البلدان میں ذکر کیا ہے نیز اس کے ساتھ دوسرا نام شرابُ الابرار بھی لکھا ہے۔

(۲۲) طَیِّبَۃ : طیّب ہر اس چیز کو کہتے ہیں جن سے حواسِ خمسہ کو لذّت حاصل ہوتی ہے، آبِ زمزم بھی مومنین کے لیے ایسا ہی ہے۔

(۲۳) ظَاہِرَۃ : یعنی اس کے منافع واضح اور ظاہر ہیں۔

(۲۴) ظبیۃ

(۲۵) عَاصِمَۃ : کیونکہ جو شخص خُوب سیر ہو کر آبِ زمزم زمزم پیئے تو وہ نفاق سے محفوظ اور بری ہو جاتا ہے۔

(۲۶) عَافِیَۃٌ : عافیت دینے والا یعنی جو شخص بھی شفاءِ امراض کی نیت سے پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے امراض سے عافیت نصیب فرماتے ہیں۔ لہٰذا لا علاج امراض کا علاج بھی اس میں اللہ نے رکھا ہے۔

(۲۷) عِصْمَۃ : یعنی یہ کھانے کا بھی کام دیتا ہے۔

(۲۸) عَوْنَۃ :

(۲۹) غِیَاثٌ : حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے لیے (غیبی) مدد تھی۔

(۳۰) کَافِیَۃٌ : کیونکہ یہ ہر شخص کی ہر حاجت کو پُورا کرنے والا ہے۔

---

[۱] تہذیب الاسماء واللغات للنووی ج:۳، ص: ۱۳۹

[۲] معجم البلدان ۳/ ۱۴۸

(۳۱) مأثرۃ العباسؓ بن عبد المطلب : اس لیے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے چچا حضرت عبّاس کو آبِ زمزم کا کنواں عطا فرمایا اور آپ کو اور آپ کی آل کو آبِ زمزم پلانے پر مقرّر فرمایا جس طرح بنی شیبہ کو کعبہ مشرفہ کی خدمت اور تولیت عطا فرمائی اور بیت اللہ کے دروازے کی چابی ہمیشہ کے لیے ان کی ہوگئی۔

(۳۲) مُجْلِيَةُ الْبَصَر : یعنی نظر کو تیز کرنے والا۔ آبِ زمزم کو دیکھنا نظر کو تیز کرتا ہے بینائی بڑھاتا ہے۔

(۳۳) مَضْنُونَةٌ : غیر مومن اور منافق اسے پیٹ بھر کر نہیں پی سکتا اور بعض کے نزدیک اس نام کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں حضرت عبد المطلب کو کہا گیا تھا۔ "احضر المضنونۃ" یعنی مضنونہ کو کھود دیتے اسی وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔

(۳۴) مُعْذِبَةٌ : خوشگواری پیدا کرنے والا۔

(۳۵) مُغْذِيَةٌ : غذا سے بنا ہے یعنی غذا پہنچانے والا۔ اس کے پینے سے بھوک مٹتی ہے۔

(۳۶) مُفَدَّاةٌ : اس کی عظمتِ شان کی وجہ سے لوگ اس پر فدا ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ اس نام کی یہ ہے کہ جب حضرت عبد المطلب کو زمزم کے کنویں کو کھودنے کا حکم دیا گیا تو قریش نے آپ سے جھگڑا کیا اور سختی کی تو حضرت عبد المطلب نے یہ نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کنواں کھودنے کی توفیق دی اور یہ کام مکمّل ہوگیا تو وہ اپنے دس بیٹوں میں سے ایک کو اللہ کے راستے میں قربان کر دیں گے۔ پھر جب یہ کنواں کُھد گیا تو اپنے بیٹوں میں قرعہ اندازی کی تو ہر مرتبہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ کے نام قرعہ نکلا۔ چونکہ یہ تمام صاحبزادوں میں اُنہیں محبوب تھے اس لیے اُن کی جگہ سو اُونٹوں کو قربان کیا گیا۔ اس وجہ سے اس کنویں کا نام مفداۃ پڑ گیا۔

(۳۷) مُونِسَةٌ : مومن

(۳۸) مَيْمُوْنَة : یُمن سے ماخوذ ہے یعنی برکت والا۔

(۳۹) نَافِعَةٌ : نفع دینے والا۔

(۴۴) لا تُنْزَفُ ولا تُذَمّ : یعنی کثرتِ استعمال کی وجہ سے اس کا پانی ختم ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ مصنف نے تقریباً چون اسمائے مبارکہ ذکر کیے ہیں باقی ہم نے ترک کر دیے ہیں

فضائلِ آبِ زمزم

عن ابن عبّاس رضی اللہ عنھما ان زنجیا وقع فی زمزم فمات قال فانزل الیہ رجلا فاخرجہ ثم قال انزفوا ما فیھا من ماء ثم قال للذی فی البئر ضع دلوک من قبل العین اللتی تلی البیت او الرکن فانھا من عیون الجنۃ[1]

حضرت ابن عبّاس رضؓ سے مروی ہے کہ ایک حبشی زمزم کے کنویں میں گر کر مر گیا۔ حضرت ابن عبّاس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو کنویں میں اُتارا گیا جس نے اس مردہ شخص کو کنویں سے نکالا بعد ازاں حضرت ابن عبّاس رضؓ نے فرمایا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دو پھر آپ نے کنویں میں موجود شخص سے کہا اپنا ڈول اس چشمہ کے قریب ڈالو جو بیت اللہ سے متصل ہے کیونکہ یہ چشمہ جنّت کے چشموں میں سے ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے ماءِ زمزم کی اصل جنّت سے بتلائی ہے اور یہ اثر (حدیث) اگرچہ حضرت ابن عبّاس رضؓ کا کلام ہونے کی وجہ سے موقوف ہے، مگر مرفوع کے درجہ میں ہے اس لیے کہ اس میں رائے اور اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

علّامہ فاکہی نے عبدہ بنت خالد بن معدان سے اور اُنھوں نے اپنے والد خالد بن معدان سے روایت کیا کہ کہا جاتا ہے کہ آبِ زمزم اور سلوان کا وہ چشمہ جو بیت المقدس میں ہے دونوں جنّت کے چشمے ہیں[2]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ج ۱

[2] اخبار مکّہ للفاکہی ص ۳۵ ج ۲

صاحب تفسیر قرطبی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رض سے نقل کیا ہے۔

ان فی زمزم عینا فی الجنة — زمزم کے کنویں میں جنّت کا چشمہ ہے

من قبل الرکن [1] — جو بیت اللہ کے کونے سے پھوٹتا ہے۔

حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب نوادر الاصول [2] میں زمزم کے بارے میں یہی تحریر فرمایا ہے۔

آب زمزم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے خلیل کے لیے پہلا ہدیہ اور تحفہ ہے

سیّدنا ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام جب اپنی زوجہ مکرمہ حضرت ہاجرہ اور اپنے نومولود لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بیت اللہ کے پاس چھوڑ کر جانے لگے تو حضرت ہاجرہ (سلام اللہ علیہا) نے اپنے شوہر نامدار حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے پوچھا آللّٰہُ اَمَرَكَ بِهٰذَا؟ کیا ہمیں یہاں بے یار و مددگار چھوڑ کر جانے کا اللہ نے حکم دیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اثبات میں جواب دیا۔ تب حضرت ہاجرہ نے فرمایا اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہیں فرمائیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام یہاں سے چل کر جب اتنی دُور پہنچے جہاں ماں اور بیٹا دونوں نظروں سے اوجھل ہوگئے تو آپ نے قبلہ رُو ہوکر اور ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعاء فرمائی۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ

اے ہمارے رَب میں اپنی اولاد کو آپ کے محترم گھر کے قریب ایک میدان میں میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں، اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف

---

[1] تفسیر قرطبی ص: ۳۷۰، ج: ۹

[2] نوادر الاصول، ص: ۳۴۱

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ٥ (ابراہیم آیت ۳۷) — مائل کر دیجیے اور اُن کو پھل کھانے کو دیجیے تاکہ یہ شکر کریں۔

لہٰذا آب زمزم پہلا ہدیہ اور پہلا ثمرہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السّلام کو اُن کی دُعا وارزقہم من الثمرات پر عطا فرمایا۔

آب زمزم حرم محترم میں اللہ کی واضح نشانیوں میں سے ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ (آل عمران ۹۶ / ۹۷)

بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکّہ میں ہے برکت والا اور ہدایت ہے جہاں بھر کے لوگوں کے لیے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں۔ جیسے مقام ابراہیم اور جو اس میں داخل ہوگیا۔ وہ مامون ہوگیا۔

امام ابن الربیع الشیبانی فرماتے ہیں اس آیت میں کھُلی نشانیوں سے مُراد حجر اسود، حطیم اور حضرت جبرائیل علیہ السّلام کی ایڑی سے پھُوٹنے والا چشمہ آب زمزم مُراد ہے، بلا شُبہ اس کا پینا بیماریوں کے لیے شفا ہے اور اجسام کے لیے غذا ہے کیونکہ یہ پانی کھانے کا بھی کام دیتا ہے اور دیگر کھانوں سے بے نیاز کردیتا ہے۔[1]

آب زمزم عظیم ترین نعمت خداوندی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

---

[1] حدائق الانوار و مطالع الاسرار ج ۱ ص ۸۳ - قرطبی ج ۴ ص ۱۴۹

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَأْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّأْتِیْنَ
مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ

لوگوں میں حج کا اعلان کر دو تو وہ تمہارے پاس چلے آئیں گے پیادہ بھی اور اُونٹنیوں پر بھی جو کہ دُور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تاکہ اپنے (دینی اور دنیاوی) فوائد کے لیے حاضر ہو جائیں)

ان بڑے منافع میں سے جنھیں حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کے حرمِ محترم میں حاصل کرتے ہیں سب سے بڑا نفع آبِ زمزم ہے کیونکہ لوگ اسے پیتے اور خوب سیر ہو کر پیتے ہیں، اس کی خیرات و برکات حاصل کرتے ہیں اور اس کے پیتے وقت مقبول دُعائیں بھی کرتے ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ دُنیا اور آخرت کی جس بھی ضرورت کے لیے اسے پیا جاتے تو وہ ضرورت اللہ تعالیٰ پُوری فرما دیتے ہیں۔

آبِ زمزم روئے زمین پر سب سے اعلیٰ اور بہتر پانی ہے

عن ابن عبّاس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خیر ماء علی وجہ الارض ماء زمزم فیہ طعام الطعم وشفاء السقم[1] ورواتہ ثقات

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا روئے زمین کا سب سے بہتر پانی جو بھُوکوں کے لیے کھانا ہے اور بیماروں کے لیے شفاء کا باعث ہے۔

دُنیا بھر میں پانی کے چشمے اللہ تعالیٰ کے حُکم سے پھُوٹتے ہیں اور پھُوٹ رہے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آبِ زمزم کے چشمے کو دُنیا میں ظاہر فرمانا چاہا تو فطرت کے اس اُصول کو یہاں توڑ دیا اور اس پانی کی عظمت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السّلام کو حکم فرمایا کہ جاؤ اپنا پر مارو کہ جس سے آبِ زمزم کا چشمہ پھُوٹ جائے تو گویا مُبارک جگہ پر مُبارک

---

[1] الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۲۰۹ الجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۶ طبرانی کبیر ج ۱۱ ص ۹۸

شخصیت کے لیے مبارک شخصیت کے واسطے سے یہ پانی دُنیا میں ظاہر ہُوا جس سے اس کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آب زمزم کو یہ بھی شرف حاصل ہے جو دُنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں کہ سید الکونین رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلبِ اطہر کو کئی بار اس میں دھویا گیا۔

شقِ صدر کا واقعہ آپ کی حیاتِ طیّبہ میں چار دفعہ پیش آیا ہے۔ پہلی مرتبہ جب آپ کی عمر مبارک ۴ برس تھی اور آپ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پرورش پا رہے تھے (اس کی تفصیل صحیح مسلم شریف میں ہے) دوسری مرتبہ جب آپ کی عمر شریف دس برس تھی۔ تیسری مرتبہ جب آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السّلام پہلی وحی لے کر آئے تھے اور چوتھی مرتبہ جب آپ معراج پر تشریف لے جا رہے تھے۔ اس کی تفصیل بخاری شریف میں ہے۔

بقیہ: درسِ حدیث

خُدا کی طرف سے بنتے چلے گئے کہ آپ ہی گئے ہیں وہ لوگ نہیں آسکے یہ کبھی نہیں ہُوا۔

حضرت زبیرؓ کا کارنامہ

اُس دَور میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مَنْ یَّاتِیْنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ مجھے کون اس لشکر کے (خُفیہ) حالات معلوم کر کر بتائے گا۔ اس طرح کا جنگ کا منظر سامنے ہو وہاں آسان نہیں ہوتا کسی کا نکلنا مقابلہ کے لیے، پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں مڈبھیڑ ہو جاتے؟ کہاں دُشمن حملہ کر دے؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں اور دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ اس طرح کئی دفعہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھے حالات معلوم کر کے لا کر دے۔ دوبارہ پھر وہی کھڑے ہو گئے پھر وہی کھڑے ہو گئے اور پھر وہ گئے اور معلوم کر کے لائے تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بہت خوش ہُوئے اِن کے اس کارنامہ پر فرمایا۔ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیًّا وَحَوَارِیَّ الزُّبَیْرُ ہر نبی کو ایک مخلص آدمی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میرے لیے اللہ نے جو مخلص مددگار بنایا ہے وہ زبیر رضی اللہ عنہ ہیں تو عشرہ مبشرہ میں پانچ حضرات کے بارے میں بیان ہو چکا ہے اور چھٹے یہ حضرات زبیر رضی اللہ عنہ تھے اللہ تعالے ہمیں آخرت میں ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

یادِ رفتگاں

آہ: مولانا نعمانی مرحوم

کچھ یادیں ——— کچھ باتیں

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

قحط الرجال کے اِس دَور میں کسی رجلِ رشید اور مردِ کار کا اپنے درمیان سے اُٹھ جانا کسی قومی حادثہ اور ملّی سانحہ سے کم نہیں ہوتا ، مِلّتِ اسلامیہ گزشتہ دنوں ایک بڑے علمی و دینی خسارے سے دوچار ہوئی جب ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ / ۱۲۔ اگست ۱۹۹۹ء کو برِّ صغیر کے ممتاز عالم ، عربی زبان واَدب کے مایہ ناز فاضل ، علمِ حدیث و فقہ کے شیخِ کامل محقق العصر ترجمان الاحناف حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے طویل علالت کے بعد اِس دارِ فانی کو اَلوَداع کہا ، اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا مرحوم کے انتقال سے برِّ صغیر حدیث و فقہ اور رجال و تاریخ کے ایک بے مثال شیخ سے محروم ہوگیا ہے ، اور فقہ و ادب اور حدیث و رجال کی بزم سُونی ہوگئی ہے ، دینی مدارس اور مولانا کے ہزاروں شاگردوں کے لیے تو یہ ایسا سانحہ ہے کہ برسوں اِس کی کُسک محسوس ہوتی رہے گی اور آپ کے رُخصت ہو جانے سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ پُر نہیں کیا جاسکے گا۔

مولانا مرحوم نے ہندوستان کے صوبہ راجستھان کے شہر جے پور کے دینی گھرانہ میں آنکھیں کھولیں والد صاحب ایک بہترین خوشنویس ہونے کے ساتھ ساتھ خُدا رسیدہ بزرگ بھی تھے اِس لیے قدرتی طور پر علمِ دین سے آپ کو لگاؤ ہُوا ، ابتدائی دینی تعلیم اپنے شہر کے مدارس میں حاصل کی ، بعد میں قدرت نے آپ کو لکھنؤ کے دارالعلوم ندوۃ العلماء پہنچا دیا جو اُس وقت بڑے بڑے اساطینِ علم و فضل کی آماجگاہ تھا ، یہاں آپ کو محدّثِ جلیل فقیہِ نبیل حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحب محدث ٹونکی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۱ھ / ۱۹۴۲ء) سے شرفِ تلمذ حاصل ہُوا۔

حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ علومِ عقلیہ و نقلیہ کے ماہر تھے، استفادۂ باطنی میں بھی اُن کا درجہ بلند تھا، حدیث کی سند شیخ حسین عرب یمنی سے حاصل کی تھی، طریقت میں آپ کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ رحمہ اللہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ علمِ حدیث بہ طرزِ حنفیہ بہت خوبی سے پڑھاتے تھے، اسماء الرجال پر گہری نظر تھی۔

مولانا نعمانی مرحوم نے مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ کی طویل رفاقت اُٹھائی اور آپ سے شریعت و طریقت میں بھرپور استفادہ کیا۔ مولانا نعمانی اپنے اُستاذ کی وفات تک سفر و حضر میں اُن کے ساتھ رہے۔ بعد میں دہلی چلے آئے اور یہاں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ (م:) کی قائم کردہ ندوۃ المصنفین سے وابستہ ہو گئے۔ "لغات القرآن" کی چار[1] جلدیں اِسی دَور کی یادگار ہیں تقسیم کے بعد آپ پاکستان چلے آئے اور مختلف مقامات پہ درس و تدریس کا کام کرتے رہے آخر میں کراچی میں حضرت مولانا محمد یُوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) کے مدرسہ سے متعلّق ہو گئے۔

مولانا نعمانی مرحوم درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تصنیف کا کام بھی بڑی عرق ریزی سے انجام دیتے رہے، متعدد کتابیں عربی اور اُردو میں تحریر فرمائیں۔ بہت سی کتابوں کی تحقیق و تعلیق کا کام کیا۔ بعض کُتب کے شروع میں وقیع مقدمات تحریر فرمائے جو بجائے خود کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہت سے علمی جرائد میں آپ کے تحقیقی مقالات چھپتے رہے۔

مولانا نعمانیؒ سے پہلی ملاقات

راقم الحروف کو حضرت مولانا نعمانیؒ سے سب سے پہلے ۱۹۸۱ء میں شرفِ نیاز حاصل ہوا، جس کی تقریب یہ ہوئی کہ لاہور سے استاذِ مکرم حضرت مولانا قاری عبد الرشید صاحب مرحوم کراچی تشریف لے جا رہے تھے۔ اِس ناچیز کو بھی آپ ساتھ لیتے گئے، حضرت الاستاذ کے ساتھ اِس سفر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد ایّوب قادری مرحوم کے بھائی مولانا نعمت اللہ قادری مرحوم، مولانا

[1] لغات القرآن کی کُل چھ جلدیں ہیں جن میں سے چار مولانا نعمانی مرحوم نے اور دو مولانا عبد الدائم جلالی مرحوم نے لکھی ہیں۔

سعید الرحمٰن علوی مرحوم بھی تھے۔ چوتھا یہ ناچیز تھا، افسوس کہ اس قافلۂ سفر کے تینوں مسافر آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ معلوم نہیں اس ناچیز کا رختِ سفر کب بندھتا ہے؟

کمر باندھے ہُوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

مولانا نعمانی اُن دنوں کراچی میں اسٹاف کالونی کے فلیٹ میں رہائش پذیر تھے، حضرت الاستاذ ایک روز صُبح دس گیارہ بجے کے قریب راقم الحروف کو لے کر مولانا کے گھر پہنچے، مولانا مرحوم نہایت تپاک سے ملے۔ پُرتکلّف انداز میں تواضع کی اور پھر حضرت الاستاذ سے محوِ گفتگو ہو گئے۔ گھنٹوں باتیں ہوتی رہیں، یہ دَور راقم الحروف کی لاشعوری کا دَور تھا۔ اس لیے شیخین کی باتوں کی طرف کوئی خاص توجّہ نہ ہُوئی، نہ یہ یاد رہا کہ دونوں بزرگ کس موضوع پر کلام فرماتے رہے، کافی دیر کے بعد حضرت الاستاذ نے اجازت چاہی تو مولانا مرحوم ہماری مُشایعت کے لیے باہر سڑک تک تشریف لائے، راقم الحروف اُس لاشعوری کے دَور میں بھی مولانا کے اخلاقِ کریمانہ سے متأثّر ہُوئے بغیر نہ رہ سکا، مولانا کی شخصیت کا ہلکا سا خاکہ جو ذہن میں رہا وہ کچھ یُوں تھا۔ معتدل قدوقامت، کتابی چہرہ، بھرواں سفید ڈاڑھی، رنگت گوری، لباس سفید کرتہ و شلوار، سر پر دو پلّی ٹوپی اور آنکھوں پر نظر کا چشمہ، اُس وقت آپ کی عمر پینسٹھ چھیاسٹھ برس تھی لیکن آپ نوجوانوں کی طرح تیزی سے چلتے تھے اور بڑھاپے کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔

یہ مولانا سے ملاقات کا نقشِ اوّل تھا اِس کے بعد جب کچھ شعور بیدار ہُوا اور مولانا مرحوم کی کتابیں نظر سے گزریں تو مولانا کی قدر معلوم ہُوئی اور آپ کی عظمت دل میں جاگزیں ہُوئی۔

مولانا سے استفادہ

۳۰ ذیقعدہ ۱۴۱۶ / ۱۹ اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعہ راقم الحروف جمعہ کی تیاری کر کے مدرسہ آیا تو دیکھا کہ مولانا نعمانی رح مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں اور مولانا کے برادرِ خورد جناب مظفر لطیف صاحب مولانا کے ہمراہ ہیں۔ مولانا کی غیر متوقع آمد سے جہاں از حد خوشی ہُوئی وہیں مولانا کی موجودگی میں جمعہ کی تقریر کرنا سوءِ ادبی معلوم ہُوا، اس لیے مَیں نے جناب مظفر لطیف صاحب

سے عرض کیا کہ حضرت مولانا سے عرض کریں کہ آپ بیان فرما دیں نماز میں پڑھا دوں گا۔ مظفر لطیف صاحب کے عرض کرنے پر مولانا نے منظور فرما لیا اور تقریباً پچیس منٹ بیان فرمایا۔ یہ پہلا بیان تھا جو ناچیز نے مولانا مرحوم کی زبان سے سُنا۔ مولانا نے نہایت بے تکلّف اور سادہ انداز میں اللہ تعالیٰ کے دُنیوی اور اُخروی انعامات کا تذکرہ فرماکر اُن کے شکریہ میں لگا ہوں کے چھوڑنے نافرمانی وعصیان سے باز آنے اور اللہ تعالیٰ سے تعلّق قائم کرنے پر زور دیا۔

جمعہ کے بعد معلوم ہُوا کہ مولانا نعمانی مرحوم حضرت شاہ نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے یہاں عشرہ ذی الحجہ میں قیام فرمائیں گے۔ اِس موقع کو غنیمت جان کر مولانا سے استفادہ کا خیال دل میں آیا، چنانچہ دوسرے روز ہفتہ کے دن حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادہ ظاہر کیا تو آپ اس پر راضی ہو گئے اور اپنی آخری تصنیف "مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث" کا سبق شروع فرمایا۔ اس سبق میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بھی میرے ساتھ شریک ہُوئے مولانا نے چھ سات روز میں کتاب ختم کروا دی، دورانِ سبق مولانا نعمانیؒ مرحوم بڑی قیمتی باتیں ارشاد فرماتے تھے۔ کچھ باتیں میں نے نوٹ کر لی تھیں ممکن ہُوا تو انشاء اللہ نذرِ قارئین کی جائیں گی۔

مولانا نعمانیؒ کی خصوصیات و امتیازات

مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان کے ساتھ بڑی خوبیوں سے نوازا تھا جو اِس دَور کے علماء میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

مولانا نعمانیؒ باوجودیکہ عربی زبان کے ادیب، علمِ حدیث و رجال کے ماہر اور علمِ فقہ و اَدب کے نہایت فاضل عالم تھے۔ آپ کی سندِ حدیث انتہائی عالی اور ایک اُونچے شیخ کے آپ خلیفہ مجاز تھے، عجم کے ساتھ ساتھ دُنیاءِ عرب بھی آپ کی قابلیت کی معترف تھی، لیکن بایں ہمہ آپ میں انکساری، تواضع اور مسکنت کوٹ کوٹ کر بھری ہُوئی تھی، کسی بات سے بھی تعلّی اور بڑائی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ تقویٰ و طہارت اور خوف وخشیتِ خداوندی آپ کے بُشرہ سے عیاں تھی، تقریر و بیان کے دوران آخرت کے ذکر سے آپ کی آواز رُندھ جاتی تھی۔

عشرۂ ذی الحجہ میں جبکہ ہم آپ سے استفادہ کر رہے تھے اچھی خاصی گرمی کے دن تھے۔ مولانا مرحوم باوجود پیرانہ سالی

اور ضعف و نقاہت کے روزانہ روزہ سے ہوتے تھے، آپ کے ذی الحجہ کے یہ نفلی روزے ہم جوانوں کو شرما رہے تھے، اِنہی دنوں راقم نے مولانا کو دیکھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد میں تشریف لے جاتے اور صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے۔

مولانا مرحوم میں ایک بڑی خوبی یہ دیکھنے میں آئی کہ آپ چھوٹوں کو آگے بڑھانے کی فکر میں رہتے تھے۔ اُنھیں علمی میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے تھے اور کام کرنے کا طریقہ سمجھاتے تھے ،

مولانا میں ایک خوبی یہ بھی نظر آئی کہ آپ نایاب چیزوں کو آج کل کے علماء کی طرح چھپاتے نہیں تھے بلکہ اُن کی اشاعت کی فکر میں رہتے تھے، اگر کوئی استفادہ کی غرض سے مولانا سے کوئی سی کتاب مانگتا تو مرحمت فرماتے تھے انکار نہیں کرتے تھے۔ ناچیز کو اس کا تجربہ اس طرح ہُوا کہ علاّمہ شبلی نعمانی کی کتاب "سیرۃ النعمان" کے خلاف ایک غیر مقلد عالم مولانا عبد العزیز صاحب نے "حسن البیان" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اس کا تفصیلی جواب مولانا مفتی عبد الحمید ٹونکی نے "فضائل النعمان" کے نام سے تحریر فرمایا تھا۔ یہ جواب مولانا نعمانی مرحوم کے پاس تھا۔ راقم نے مولانا سے عرض کیا کہ آنجناب اگر وہ ہمیں عنایت فرما دیں تو ہم شائع کرنے کی کوشش کریں گے، مولانا نے ہامی بھر لی اور کراچی جا کر راقم کو وہ کتاب ارسال فرما دی، مَیں نے اس کا عکس لے کر اصل کتاب مولانا کو واپس بھیج دی، کتاب کو دیکھ کر معلوم ہُوا کہ جدید انداز سے اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ارادہ ہے کہ اُس ضرورت کو پُورا کر کے انشاء اللہ وہ کتاب ضرور شائع کر دیں گے۔

ایک اور خاص بات جو ہم نے مولانا کی ذات میں محسوس کی وہ یہ تھی کہ اِن دنوں اگرچہ مولانا کی عمر تقریباً ۸۲ - ۸۳ سال کے لگ بھگ تھی لیکن اِس کے باوجود آپ کا حافظہ بالکل صحیح تھا اور معلومات آپ کو مستحضر تھیں۔ جس بات کی بابت سوال کیا جاتا اس کا تفصیلی اور تسلّی بخش جواب مرحمت فرماتے۔

اِس عمر میں آکر بڑے بڑوں کے مزاج میں خشکی آجاتی ہے اور مزاج بدل جاتا ہے لیکن مولانا کے مزاج میں خشکی بالکل نہ تھی آپ سنجیدہ اور علمی مزاح بھی فرماتے تھے اور خوش طبعی کی باتیں بھی کرتے تھے۔

مولانا نعمانی رحمہ اللہ کے علمی کارنامے

مولانا نعمانی مرحوم نے اپنی زندگی میں درس و تدریس اور تحریر و تصنیف کے ذریعہ افراد سازی کے ساتھ ساتھ بڑے وقیع علمی کارنامے انجام دیے ہیں۔ اُردو اور عربی دونوں زبانوں میں آپ کی متعدد کتابیں یادگار ہیں۔

الفاظِ قرآن کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں "لغات القرآن" کے نام سے چار جلدوں میں نہایت ضخیم کتاب تحریر فرمائی جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

کراچی سے حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ (م: ۷۷۴ھ) کی تفسیر کا ترجمہ شائع ہوا تو اُس کے شروع میں آپ نے دیباچہ کے طور پر امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے حالات اور مفسرین کے طبقات تحریر فرمائے۔

حدیث شریف کی کتاب "سنن ابن ماجہ" سے متعلق دو اہم کتابیں عربی اور اُردو میں تحریر فرمائیں۔

عربی میں "ما تمس الیه الحاجة لمن یطالع ابن ماجه" لکھی

اُردو میں "ابن ماجہ اور علمِ حدیث" لکھی یہ مولانا کی وہ شاہکار کتاب ہے جس نے مولانا کی عظمت راقم کے دل میں پیدا کی۔ یہ کتاب تاریخی معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ جب آدمی اسے پڑھنا شروع کرتا ہے تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

مولانا مرحوم کا خاص موضوع چونکہ حدیث و رجالِ حدیث ہے اس لیے آپ نے اس حوالہ سے بہت مفید کام کیا۔

"کتاب الآثار" "مؤطا امام محمد" "مسندِ امام اعظم" اور "بلوغ المرام" کے تراجم شائع ہوئے تو آپ نے اُن کے شروع میں نہایت قیمتی مقدمات تحریر فرمائے۔

اُصولِ حدیث پر امام حاکم رحمہ اللہ کے رسالہ "المدخل فی اصول الحدیث" پر انتہائی جاندار تبصرہ لکھا جو ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں "ندوۃ المصنّفین" دہلی کے مؤقر ماہنامہ "برہان" کی مسلسل چھ قسطوں میں چھپا اور قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا، مولانا نے دورانِ سبق فرمایا تھا کہ یہ تبصرہ میرا

سب سے پہلا مضمون تھا جو میں نے ستائیس برس کی عمر میں لکھا تھا، اب یہ تبصرہ مولانا کے بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب نے اصل رسالہ کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے مجھے حضرت مولانا نے اپنے دستِ اقدس سے اِس کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جو میرے پاس مولانا کی یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔

اس کے علاوہ مولانا نے حدیث کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے بعض مقالات معاندین و مخالفین حدیث کے جواب میں تحریر فرمائے۔

مولانا نعمانیؒ کی امام اعظمؒ سے عقیدت و محبّت

مولانا نعمانی مرحوم کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیّت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اسی تعلّق کی بناء پر آپ اپنے نام کے آخر میں نُعمانیؒ لکھا کرتے تھے۔

اسے قدرت کی نیرنگی کہیے یا تاریخ کا ایک اُعجوبہ کہ مولانا نعمانی کا آبائی وطن جس میں آپ نے آنکھیں کھولیں یعنی جے پور وہیں امام ابوحنیفہؒ کی شخصیّت سے سوءِ ظنی کا شکار اور آپ کی فقہ سے نفرت کا اظہار کرنے والے ایک غیر مقلد عالم مولانا محمد یُوسف جے پوری مصنّف "حقیقت الفقہ" بھی رہتے تھے، مولانا نعمانی کے والد چونکہ خوشنویس تھے اور مولانا جے پوری سے اُن کا ملنا جُلنا بھی تھا اس لیے اُنھوں نے مولانا جے پوری کی "حقیقت الفقہ" کی کتابت اپنے ذمّہ لے لی دورانِ کتابت آپ غیر مقلدیت کی طرف مائل ہو گئے اور اپنے صاحبزادے مولانا نعمانی کو استفادہ کی غرض سے مولانا جے پوری کے پاس بھیجنے لگے، مولانا نعمانی مرحوم فرماتے تھے کہ

> "مولانا محمد یُوسف جے پوری عالم نہیں تھے اور اُن میں اتنی لیاقت بھی نہیں تھی کہ وہ ہمیں قدوری کے مشکل الفاظ سمجھا سکیں، اس لیے اُنھوں نے ہمیں پڑھانا تو کیا تھا بس ہمیں وہ حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف باتیں سُناتے رہتے تھے۔ قدرت کی شان کہ ہمارا ذہن اُن باتوں کو قبول نہیں کرتا تھا بلکہ اُن کے جوابات کی جستجو میں لگا رہتا تھا۔ اِسی کشمکش میں ہم یہاں سے چلے اور لکھنؤ مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ محدّث ٹونکیؒ کی خدمت میں

پہنچے ، مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ پختہ کار حنفی بھی تھے اِس لیے اُن کی صحبت اختیار کی ۔ مولانا کی صحبت میں رہ کر حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف غیر مقلدین کے پھیلائے ہوئے تمام شُبہات واشکالات دُور ہوگئے اور امام صاحبؒ سے عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوگیا"۔

یُوں تقدیرِ الٰہی نے آپ کو عدمِ تقلید کا شکار ہونے سے بچا کر صرف پکا حنفی ہی نہیں بلکہ ترجمان الاحناف بنا دیا' اور آپ نے امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے حوالہ سے وہ کام کیا جس کی اس دَور میں نظیر ملنی مشکل ہے ۔ مولانا نعمانیؒ فرماتے تھے کہ بعد میں ہمارے والد صاحب کا ذہن بھی صاف ہوگیا تھا اور وہ بھی پکے حنفی بن گئے تھے ۔

مولانا نعمانی مرحوم نے بنوری ٹاؤن میں تدریس کے دوران "حقیقت الفقہ" جس میں حضرت امام صاحبؒ اور اُن کی فقہ کے خلاف زہر اُگلا گیا ہے اُس کا جواب املاء کروایا تھا ۔ مَیں نے مولانا مرحوم سے اسباق کے دنوں میں عرض کیا تھا کہ آپ وہ جواب لاہور بھیج دیں ہم اس کی طباعت کا نظم کریں گے ۔ مولانا نے وعدہ فرمایا کہ مَیں کراچی جاکر کوشش کرونگا ۔

چند ماہ پیشتر حضرت مولانا کا ایک خط بدست جناب مظفر لطیف صاحب راقم الحروف کو ملا جس میں مولانا نے راقم سے دریافت فرمایا کہ مَیں نے تمہیں حقیقت الفقہ کا جواب بھیجا تھا اسکا کیا بنا ؟ راقم نے جواباً مولانا کو تحریر کیا کہ مجھے تو وہ جواب کسی ذریعہ سے بھی نہیں ملا ۔ راقم کے جوابی خط کا جواب مولانا کی طرف سے نہیں آیا ۔

مولانا نعمانیؒ نے شیخ مسعود بن شیبہ سندھیؒ (م : ساتویں صدی) کی "مقدمۃ کتاب التعلیم" جس میں شیخؒ نے حضرت امام صاحبؒ کے خلاف کیے گئے پروپیگنڈہ کا قلع قمع کیا ہے اس کا شاندار مقدمہ عربی میں تحریر فرمایا اور اُس کتاب کو اپنی تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع کروایا ۔

اسی طرح شیخ معین ٹھٹھوی کی کتاب "دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب" اور شیخ عبداللطیف ٹھٹھوی رحمہ اللہ کی "ذبّ ذُبابات الدراسات عن المذاہب الاربعۃ المتناسبات" کو اپنی تعلیق وتحشیہ کے ساتھ شائع کروایا ۔

حضرت علّامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م: ۸۵۲ھ) نے اپنے شاگردِ رشید قاسم بن قطلوبغا حنفی (م: ۸۷۹ھ) کی فرمائش پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الآثار (بروایت الامام محمد) کے رجال سے متعلق ایک کتاب "الایثار بمعرفۃ رُواۃ الآثار" کے نام سے لکھی تھی۔ مولانا نعمانی مرحوم نے اِس کتاب پر عربی میں حواشی تحریر فرمائے۔ اَب یہ کتاب مولانا نعمانیؒ کے حواشی سمیت "کتاب الآثار" کے ساتھ الرحیم اکیڈمی کراچی سے چھپ گئی ہے۔

آخر میں مولانا نعمانیؒ نے حضرت امام اعظمؒ کی حدیث شریف میں امامت و جلالت سے متعلق عربی میں ایک عظیم کتاب "مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث" کے نام سے تحریر فرمائی، اس کتاب کو امام کوثریؒ (م: ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء) کے شاگرد رشید علّامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ مرحوم نے اپنی تحقیق و تعلیق کے ساتھ بیروت سے شائع فرمایا۔ یہی وہ کتاب ہے جسے راقم الحروف کو مولانا سے سبقاً پڑھنے کا شرف حاصل ہُوا، ناچیز نے دورانِ سبق مولانا سے اس کتاب کے ترجمہ کرنے کی اجازت طلب کی تو مولانا نے بڑی بشاشت کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی اور کچھ عرصہ بعد ایک خط کے ذریعہ یاد دہانی بھی کروائی راقم پر مولانا کی کتاب کا ترجمہ قرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سبکدوشی کی توفیق عطا فرمائے۔ مولانا کی یہ عظیم کتاب مولانا کے بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر نے شائع کر دی ہے۔

یہ وہ کام تھے جو مولانا مرحوم نے خود انجام دیے اُن کے علاوہ آپ نے اپنے صاحبزادے مولانا عبدالشہید نعمانی زید مجدہم سے حضرت امام صاحبؒ کی تابعیت اور اُن کی صحابہ کرامؓ سے روایت پر ایک اہم کتاب لکھوائی۔ اس کے علاوہ حدیث و فقہ اور حضرت امام صاحبؒ سے متعلق بہت سی نادر و نایاب کُتب اپنے بھائی ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب کے ذریعہ طبع کروائیں۔

مولانا نعمانیؒ اور دفاعِ اہلِ بیتؓ

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولانا مرحوم کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذات سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور آپ اُن کے سچّے اور پکّے مقلد تھے، اس حوالہ سے مولانا نعمانیؒ کو حضرت امام صاحبؒ کی ہر ادا سے پیار ہونا لازمی تھا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اہلِ بیت کرام سے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد ہونے کے ناتے بہت گہرا تعلّق تھا اسی تعلّق کی بنا پر جب

کے ساتھ ہی رہتے۔ حضرت رائے پوری رحؒ نے بھی آپ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی، کچھ عرصہ پیشتر آپ کو حضرت رائے پوری رحؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے اجازتِ بیعت سے سرفراز فرمایا تھا۔

مولانا نعمانی مرحوم حضرت رائے پوری رحؒ کی وفات کے بعد آپ سے خاص تعلّق کی بناء پر جب بھی لاہور تشریف لاتے تو حضرت رائے پوری رحؒ کے خلیفہ مجاز حضرت شاہ نفیس الحسینی دامت برکاتہم کے یہاں قیام فرماتے۔

مولانا نعمانی رحؒ چونکہ خالصتًا علمی آدمی تھے اور آپ پر نسبتِ علمی غالب تھی اس لیے آپ کا سلسلۂ طریقت لوگوں سے مخفی رہا، دو تین ماہ پیشتر حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحب کے پوتے مولانا منظور الحسن صاحب زید مجدہم کا راقم الحروف کے نام خط آیا جس میں اُنھوں نے تحریر فرمایا کہ دادا مرحوم کے تعلّق کی بناء پر ہم مولانا نعمانی سے بیعت ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مولانا نعمانی مسترشدین کو بیعت بھی فرماتے تھے۔

مولانا مرحوم کی اسنادِ حدیث

مولانا نعمانی مرحوم کی سندِ حدیث بہت عالی ہے اور متعدد بزرگوں سے آپ کو اجازتِ حدیث حاصل ہے۔ مولانا کی دو سندیں اس طرح ہیں۔

مولانا نعمانی عن الشیخ محمود[۱] حسن الطونکی عن الشیخ المقری عبد[۲] الرحمٰن البانی پتی عن الشیخ الشاہ عبد[۳] العزیز رحمہم اللہ۔

مولانا نعمانی عن الشیخ محمد[۱] یسٓین عن الشیخ فضل[۲] رحمٰن گنج مراد آبادی عن الشیخ عبد[۳] العزیز رحمہم اللہ

ناچیز راقم الحروف نے حضرت مولانا نعمانی مرحوم سے اجازتِ حدیث طلب کی تو آپ نے ازراہِ کرم اپنی اسناد سے اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ کراچی تشریف لے گئے تو باقاعدہ اپنا "ثبت" جس میں آپ کی تمام اسانیدِ حدیث و فقہ و کُتبِ تصوف درج ہیں اس کے آخر میں اپنے دستِ اقدس سے اجازتِ حدیث تحریر فرماکر ارسال فرمایا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرًا

راقم الحروف نے شعبان میں کراچی جانے کا ارادہ کیا تھا اور مُصمَّم ارادہ تھا کہ مولانا سے ضرور مل کر آؤں گا، لیکن قسمت میں ملاقات نہ تھی۔ مولانا ہم سے رُخصت ہو کر اُس جہان میں چلے گئے

جہاں جاکر واپس کوئی نہیں آتا۔ مولانا تو اَب ہم میں نہیں رہے لیکن آپ کی شفقت آپ کا پیار آپ کی دلنشیں باتیں ہمیں یاد رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماکر آپ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔

فروغِ بزم جو اَب ہے رہے گا روزِ محشر تک
مگر دُنیا تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

اپیل دعاءِ صحت

رسالہ انوارِ مدینہ کے فولڈنگ کرنے والے بھائی ندیم صاحب کے والد عرصہ سے بیمار ہیں قارئین سے التماس ہے کہ وہ اُنکی صحت کے لیے دُعا فرمائیں۔ شکریہ

عُمدہ اور فینسی جلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بک بائنڈرز

NBB

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ○ فون 7322408

آپ مدینہ طیبّہ تشریف لے گئے تو وہاں حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام محمد باقر اور اُن کے خلف الرشید امام جعفر صادق رحمہما اللہ سے ملے اُن سے شرفِ تلمذّ حاصل کیا اور روایات لیں، پھر جب مدینہ طیبّہ میں حضرت محمد ذوالنفس الزکیۃؒ نے اور بصرہ میں حضرت امام زین العابدین کے دوسرے صاحبزادے امام زیدؒ نے منصور کے سادات وظلم وستم کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کیا تو آپ نے اُن کا بھرپور ساتھ دیا جس کی پاداش میں آپ کو منصبِ قضاء سے انکار کو بہانہ بناکر پابندِ سلاسل کیا گیا۔ منصور کے ظلم وستم کو برداشت کرتے ہوئے جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

مولانا نعمانیؒ مرحوم نے حضرت امام صاحبؒ کے اُسوۂ حسنہ کو اپناتے ہوئے موجودہ دَور میں کراچی میں اہلِ بیت کے خلاف پھیلنے والے ناصبی فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا اور جہاد بالقلم کرتے ہوئے متعدد کُتب تحریر فرماکر اُن کے پھیلائے ہوئے جال کو پاش پاش کیا، اس سلسلہ میں جو کتابیں مولانا نے تحریر فرمائیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ناصبیت تحقیق کے بھیس میں
(۲) یزید کی شخصیّت اہلِ سُنّت کی نظر میں
(۳) اکابر صحابہ پر بہتان
(۴) شہدائے کربلا پر افتراء
(۵) حضرت علیؓ اور قصاصِ عثمانؓ

بیعت وسلوک اجازت وخلافت

مولانا نعمانی مرحوم اپنے محبوب اُستاذ شیخ طریقت حضرت مولانا حیدر حسن خان صاحبؒ خلیفۂ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ سے بیعت تھے اُنہی سے آپ نے علوم ظاہریہ کی تکمیل کے ساتھ علومِ باطنی کی بھی تکمیل کی اور مُجاز ہوئے اُن کی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے تعلّق قائم کیا جو اُن کی وفات تک قائم رہا۔ مولانا نعمانی مرحوم کو حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت ومحبّت تھی، حضرت رائے پوریؒ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تو آپ اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر حضرت کی خدمت میں چلے آتے اور جب تک حضرت کا قیام پاکستان میں رہتا اس وقت تک حضرت

(مضامینِ علمیہ) (قسط: ۱)

"مارٹن لنگز" کا فلسفۂ وحدتِ اَدیان

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُالواحد زید مجدہم
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

اُردُو بازار لاہور کے مشہور ناشر و تاجر کُتب "الفیصل" نے چند سال پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت پر ایک کتاب "حیات سرور کائنات محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم" کے نام سے شائع کی ہے۔ یہ ترجمہ ہے انگریزی کتاب Mohammad (Based on Earliest Sources) کا جو ایک انگریز نومسلم مارٹن لنگز (MARTIN LINGS) نے لکھی ہے۔ مصنّف کا اسلامی نام ابوبکر سراج الدین ہے اور انگریزی میں اصل کتاب لاہور کے مشہور ناشر کُتب سہیل اکیڈمی نے شائع کی ہے۔

مغرب کا کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص اسلام قبول کر لے تو مُسلمانوں کو بجا طور پر اس سے خوشی ہوتی ہے اور وہ اس کی عقیدت میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی عقیدت کے تحت "سہیل اکیڈمی" اور "الفیصل" نے یہ کتاب شائع کی ہوگی، لیکن اس خوشی اور عقیدت کے باوجود مسلمانوں کو اُن کے بارے میں چوکنا رہنا چاہیے، کیونکہ ان حضرات کا اسلام کے بارے میں علم عام طور سے محض اپنے مطالعہ کی بُنیاد پر ہوتا ہے۔ اہلِ حق علماء سے اُن کا رابطہ کم ہی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ حضرات بعض ایسی غلطیوں میں مُبتلا ہو جاتے ہیں کہ جب وہ غلطیاں سامنے آتی ہیں تو وہ خوشی اور عقیدت کافور ہو جاتی ہے اور مسلمانوں کی حسرتوں میں ایک اور حسرت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہم نے سیرت کی اس کتاب کا از اوّل تا آخر مطالعہ کیا۔ اس کی وجہ ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

پہلے ہم اس کتاب سے متعلق چند باتیں ذکر کرتے ہیں :

۱۔ ص ۵۵ پر ہے۔

"ورقہ عیسائی ہو گئے تھے اور اس علاقے کے عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آ لگا ہے . . . جہاں تک یہودیوں کا تعلّق ہے۔ جن کے لیے آس کا قائل ہونا آسان تر تھا۔ کیونکہ انبیاء کا سلسلہ مسیح علیہ السّلام پر ختم ہو چکا تھا ـــ ایک نبی کا انتظار کرنے کے بارے میں تقریباً وہ سب کے سب متفق تھے۔ اُن کے ربّی اور دانش مند اُنھیں یقین دلاتے تھے کہ ایک نبی بس آنے ہی والا ہے۔ اس کی آمد سے متعلّق بیشتر علامات جن کی پیشین گوئی ہو چکی تھی ظاہر ہو چکی تھیں۔ یہ ربّی یہودیوں کو یہ بھی یقین دلاتے تھے کہ آنے والا نبی یہودی ہی ہوگا۔ کیونکہ وہی برگزیدہ اُمّت میں ـــ عیسائی ـــ اور ورقہ ان میں سے ایک تھے۔ اس مسئلے میں اپنے شکوک رکھتے تھے۔ اُنھیں کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی کہ آخر وہ نبی قبائل عرب میں سے کیوں نہ ہو۔ یہودیوں سے بڑھ کر عربوں کو ایک نبی کی حاجت تھی۔ یہودی کم از کم اس حد تک تو دینِ ابراہیمی کے پیرو تھے کہ اُن کے یہاں بُت نہ تھا اور وہ خدائے واحد کے پرستار تھے اور ایک نبی کے سوا کون تھا جو عرب کے بادیہ نشینوں کو معبودانِ باطل کی پرستش سے نجات دلا سکتا تھا۔"

بادی النظر میں تو ہر پڑھنے والا یہی سمجھے گا کہ مصنّف نے امرِ واقع کو ذکر کیا ہے لیکن اگر کچھ غور کیا جائے تو پڑھنے والا ضرور چونکے گا مثلاً یہ کہ :

"انھیں (یعنی عیسائیوں کو) کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی کہ آخر وہ نبی قبائل عرب میں سے کیوں نہ ہو۔"

"یہودیوں سے بڑھ کر عربوں کو ایک نبی کی حاجت تھی۔"

ہم کہتے ہیں کہ جب نبی کی ضرورت کو بیان کیا جا رہا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ وہ نبی تمام قوموں کے لیے اور تمام انسانوں کے لیے ہو تو ضرورت تو ہر قوم کو تھی۔ پھر مصنّف کا یہ طرزِ عمل کہ عربوں کی ضرورت کو تو تفصیل سے بیان کیا اور اُن کی بُت پرستی کے تمام گوشوں کو آگے پورے ایک پیرے

میں بیان کیا، لیکن عیسائیوں کی ضرورت کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا اور یہود کی ضرورت کو عربوں سے کمتر خیال کیا حالانکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے جو دینی حالات تھے وہ آخرت کے اعتبار سے مشرکین عرب سے کچھ بھی بہتر نہ تھے۔ قرآن پاک میں مغضوب علیہم اور ضالین یہودیوں اور عیسائیوں ہی کو کہا گیا ہے۔

پھر مصنّف کا یہ کہنا کہ " یہ ربی یہودیوں کو یہ بھی یقین دلاتے تھے کہ آنے والا نبی یہودی ہی ہوگا " یہ بات بھی حقیقت کے خلاف ہے۔ یہ تو یہودیوں نے جب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انکار کیا تب یہ بہانہ بنالیا ورنہ اس سے پہلے وہ کوئی ایسا دعوٰی نہ کرتے تھے بلکہ وہ جانتے تھے اور بتاتے بھی تھے کہ نئے آنے والے نبی مکّہ مکرّمہ کی طرف سے ظاہر ہوں گے اور مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کریں گے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب بدر میں سے ہیں اُنھوں نے بنی عبدالاشہل میں سے اپنے ایک یہودی پڑوسی کا قصّہ ذکر کیا کہ اس نے ایک مرتبہ مجمع عام میں قیامت اور حساب کتاب اور جنّت اور دوزخ کا ذکر کیا۔ لوگوں کے کچھ سوال کرنے پر اُس نے بتایا

نبی مبعوث من نحو ھذہ البلاد واشار بیدہ الی مکة والیمن

ان علاقوں کی طرف سے ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور اپنے ہاتھ سے مکّہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ سیرت ابن ہشام ہی میں ہے ابن اسحاق نے یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے ایک بڑے آدمی سے یہ واقعہ ذکر کیا کہ شام کا ایک یہودی مدینہ منوّرہ آکر آباد ہوگیا وہ بہت ہی عبادت گزار تھا۔ اپنی وفات کے وقت اس نے مدینہ منوّرہ کے یہودیوں کو نصیحت کی کہ میں نے شام کا زرخیز علاقہ چھوڑ کر تنگی اور بھوک کا یہ علاقہ محض ایک نبی کے انتظار میں اختیار کیا ہے کیونکہ اُن کا زمانہ آچکا ہے اور اسی شہر کی طرف وہ ہجرت کر کے آئیں گے ...."

اسی طرح ابن اسحاق نے مدینہ منوّرہ کے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی یہ وجہ ذکر کی کہ انصار کا مدینہ کے یہودیوں سے مستقل جھگڑا رہتا تھا۔ یہودی اُن کو کہتے تھے کہ ایک نبی کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے ہم اُن کے ساتھ ہوکر تمھیں خُوب قتل کریں گے۔ جب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

کا ظہور ہُوا تو انصار کو یہودیوں کی دھمکی یاد آئی اور انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور یہود نے کُفر کیا۔ (سیرت ابن ہشام ص: ۲۲۵ تا ۲۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ اگر مصنّف کے کہنے کے مطابق علمائے یہود نے لوگوں کو باور کرایا تھا کہ آنے والا نبی یہود میں سے ہوگا تو انصار رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے سے پہلے آپ کے غیر یہودی ہونے پر یقیناً تردد اور پس و پیش کرتے۔

مصنّف کی بات اس اعتبار سے بھی غلط ہے کہ قرآن پاک میں ہے یہود آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ اگر یہودی عُلماء اور عوام کے دماغوں میں یہی بات بھری ہوتی کہ آنے والے نبی کی پہچان یہ ہے کہ وہ یہود میں سے ہوگا تو قرآن کا یہ دعویٰ غلط ٹھہرتا۔

غرض مصنّف مارٹن لنگز یا ابوبکر سراج الدین کی یہ کوشش نظر آتی ہے کہ وہ اپنے قارئین کو یہ بتائیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم عیسائیوں کے لیے نبی نہ تھے بلکہ اصلاً صرف عربوں کے لیے تھے البتہ جیسے آگے واضح ہوگا۔ اُن کے نزدیک آپ کی نبوّت اور آپ کا دین اس اعتبار سے عالمی ہے کہ اور اقوام کے لوگ اس کو قبول کر سکتے ہیں۔

۲۔ ص ۱۱۶ پر مصنّف لکھتے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تسلّی دیتے ہُوئے ورقہ بن نوفل نے کہا "بالیقین محمد (This people) اس قوم کے نبی ہیں۔"

وانه لنبی هذه الامة یعنی بلا شُبہ یہ اس اُمّت کے نبی ہیں۔

پھر دوبارہ خود نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خطاب کر کے کہا

والذی نفسی بیده انك لنبی هذه الامة

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آپ اس اُمّت کے نبی ہیں

اُمّت اور قوم میں جو فرق ہے وہ محتاج بیان نہیں، لیکن مصنّف نے یہاں قوم کا لفظ استعمال کر کے اپنے مخصوص فکر کا اظہار کیا ہے۔

ص ۶۹۰ پر لکھا

"غزوہ حنین پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ شہنشاہ ہرقل نے مقدس صلیب

یروشلم واپس پہنچا دی اور یہ کارروائی رومیوں کی ایرانیوں پر آخری فتح کی تکمیل کی علامت بن گئی۔ وہ فتح جس کی وحی نے پیشین گوئی کی تھی اور جس کے بارے میں کہا تھا کہ اس دن اہلِ ایمان خوشی منائیں گے۔ واقعی یہ خوشی منانے کا دن تھا۔ ایرانیوں کو شام اور مصر دونوں مقامات سے اپنی فوجوں کا انخلا کرنا پڑا۔"

مصنّف کی اس عبارت سے عام قاری یہی سمجھے گا کہ رومیوں کی فتح ہی اہلِ ایمان کی خوشی کا اصل سبب تھی، حالانکہ قرآن پاک میں ہے

ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللّٰہ

اس دن اہل ایمان خوش ہوں گے اللّٰہ کی مدد کی وجہ سے

اور اہل ایمان کو اللّٰہ تعالیٰ کی مدد دو طرح سے حاصل ہوئی۔

۱۔ اسی دن مسلمانوں کو بھی مشرکین عرب پر جنگ بدر میں فتح حاصل ہوئی۔

۲۔ مشرکین عرب کے خلاف قرآن کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے

۴۔ ص ۱۹۱ پر لکھتے ہیں۔

مدینے میں افواہ کی گرم بازاری تھی کہ ہرقل نے یثرب کے خلاف اپنی لمبی مہم کے پیشِ نظر فوج کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ دے دی ہے کہا جاتا ہے کہ رومی جنوب میں بلقاء پہنچ چکے ہیں اور انھوں نے عاملہ، غسان، جزام اور لخم کے قبائل کو جمع کر لیا ہے۔ یہ خبریں جزوی طور پر مبالغہ آمیز اور جزوی طور پر خلافِ حقیقت تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ اب تک عام طور پر معلوم نہ تھا کہ ایرانی مہم کے دوران ہرقل نے یہ خواب دیکھا تھا کہ پورے شام پر ایک مختون شخص کی حکومت کا غلبہ ہے جس کو اس نے وہ مکتوب نگار قرار دیا جس نے اس کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ یہ خواب اتنا زوردار اور اتنا واضح تھا کہ جنوب کی جانب اس کے کوچ اور ایک حد تک خود شام کے دفاع کو اس نے متأثر کیا۔ وہ اب یروشلم سے حمص لوٹ چکا تھا اور اپنے اس یقین کی بناء پر کہ پورا صوبہ ہی بالآخر اسلامی فوجوں کے ذریعے پامال ہو جائے گا اپنے جنرلوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ نبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے معاہدہ صلح کر لیا جائے اور شام کا

صوبہ اس شرط پر دے دیا جاتے کہ شمالی سرحدوں کے آگے مزید پیشقدمی نہ ہوگی۔اس تجویز پر اُن کی حیرت اور اس سے اُن کی شدید ناگواری اور عدمِ اتفاق کے سبب اُس نے اس تجویز کو ترک کر دیا مگر وہ اپنا خواب کبھی نہ بھولا۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی یقین رکھتے تھے کہ اللہ انکی اسلامی فوجوں کے لیے شام کا دروازہ کھول دے گا اور خواہ اس لیے کہ آپؐ کے نزدیک وقت آگیا تھا یا اس لیے کہ آپ چاہتے تھے ــــ کہ اپنی فوجوں کو ناگزیر شمالی مہم کے لیے کچھ تربیت دیں آپؐ نے رومیوں کے خلاف مہم کا اعلان کر دیا اور اَب تک کی ہمیشہ سے زیادہ مسلح اور بھاری فوج یکجا کرنے کے بندوبست میں لگ گئے"

پھر ص ۶۹۵ پر لکھا

فوج نے بیس دن تک تبوک میں قیام کیا۔ یہ واضح تھا کہ رومیوں کی جانب سے خطرے کی افواہ بالکل بے بنیاد تھی اور دوسری طرف شام کی موعود فتح کا وقت بھی نہیں آیا ..."

ہم کہتے ہیں کہ مصنّف نے یہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اقدام کی خاصی تحقیر کی ہے جس کا بیان یہ ہے۔

۱۔ مصنّف نے یہ تاثّر دیا کہ محض ایک بے بنیاد افواہ پر مُسلمانوں نے اقدام کیا حالانکہ ہرقل کی شام پر قبضہ میں دلچسپی نہ رہی تھی۔

۲۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شام کی فتح کے وقت کے بارے میں اندازہ کرنے میں خطا کی۔

۳۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اگر تربیت دینے کا ارادہ تھا تو وہ بھی پُورا نہ ہوسکا محض سازو سامان اکٹھا کرنا اور فوج کو جمع کرنا کوئی کارنامہ نہ تھا کیونکہ مسلمان تو جنگجو لوگ تھے جن کو بہت سی جنگوں کا تجربہ ہوچکا تھا اس سے پہلے جنگ موتہ کا تجربہ بھی ہوچکا تھا۔

ہم نے اس کتاب کا مطالعہ کیوں کیا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تقریباً تیرہ چودہ سال پیشتر امریکہ میں مقیم چند مُسلمانوں کی طرف سے کیے گئے ایک سوال کی خاطر ہم نے مارٹن لنگز اور اُن کے دیگر

سائیٹوں مثلاً Frithjof Schuon اور EATON وغیر کی کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا اور معلوم ہُوا کہ یہ لوگ درحقیقت وحدت ادیان کے قائل ہیں۔ اُن کے نزدیک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن کو نہ ماننے والا بھی اسلام میں داخل ہے۔ ان لوگوں نے تصوّف کو اوڑھنا بچھونا بنایا ہے لیکن اپنے گمراہ اور غیر اسلامی فکر کی وجہ سے یہ قرآن پاک کی تحریف معنوی پر بھی جری ہیں۔ سیرت کی مذکورہ کتاب دیکھ کر ہمیں ڈر ہُوا کہ اُنھوں نے اپنے فکر کو اس میں بھی سمویا ہوگا اور خصوصاً عیسائیت کے بارے میں جو اُن کے اندر نرم گوشہ ہے اُس کی وجہ سے ہم مذکورہ بالا اقتباسات تلاش کرنے میں کامیاب ہُوئے۔ اب آپ ان کی تحریروں کے اقتباسات سے اُن کی گمراہی فکر کو ملاحظہ فرمائیے۔ ان پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔

Islam & The Destiny of Man کے مصنّف نے لکھا۔

Since the world Islam means "self-surrender' (to God), it is in this sense that most commentators and translators understood the verse acknowledging that the surrender of heart and will and mind to God is a basic principle of every authentic religion.

1) Whosoever follows any other religion than al-Islam, it shall not be accepted of him, and in the Hereafter he will be among the losers.

چونکہ لفظ اسلام کا مطلب ہے (خدا کے سامنے) اپنے آپ کو تسلیم کر دینا اس لیے اکثر مفسرین اور مترجمین آیت ومن یتبغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخسرین (جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا) میں اسلام کا یہی مذکور مطلب سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح اعتراف کرتے ہیں کہ دل ودماغ اور ارادے کو خُدا کے آگے تسلیم کر دینا ہر مستند دین کا بنیادی اُصول ہے۔

Martin Lings نے لکھا

In the same context, verses affirming that Muhammad has been sent for all people have to be understood in a less monopolizing way than they have been throughout the centuries by Muslims with little or no general knowledge about other religions and their distribution. What the Quran tells us here is that Islam, unlike Judaism or Hinduism, is a world religion. But it is not denying that Buddhism and Christianity are also world religions, that is, open to everybody, at least in principle. These last words are important, "for God doth what He will" and our only means of knowing His will in this respect are by the results. With regard to the world as it has been in its geographical distribution of peoples for the last two thousand years, it will not escape the notice of an observant Muslim any more than an observant Christian that there is, spatially speaking, a certain sector in which Providence has worked wonders for Buddhism and done relatively little for either Christianity or Islam. The same Muslim will also notice that there is another sector in which Providence has worked wonders for Christianity and done very little for the other religions.

اس سیاق میں وہ آیات جن میں یہ دعوٰی ہے کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم تمام لوگوں کے لیے بھیجے گئے ان کو اجارہ داری سے کمتر طریقے پر سمجھنے کی ضرورت ہے بنسبت اس کے جو صدیوں سے مُسلمان سمجھتے چلے آئے ہیں حالانکہ ان کو دیگر ادیان اور ان کے پھیلاؤ کے بارے میں عام معلومات بھی یا تو بہت کم تھیں یا سرے سے نہ تھیں قرآن ہمیں جو بتاتا ہے وہ یہ ہے کہ یہودیت اور ہندمت کے برخلاف اسلام ایک عالمی دین ہے لیکن قرآن بدھ مت اور عیسائیت کے عالمی دین ہونے کی نفی نہیں کرتا جیساکہ کم ازکم اُصولی طور پہ ہر ایک کے سامنے عیاں ہے یہ آخری الفاظ" اللہ جو ارادہ کرتے ہیں اُس کو کر گزرتے ہیں" بہت اہم ہیں اور یہاں اللہ کے ارادے کو صرف اس کے نتائج اور اثرات ہی سے جانا جا سکتا ہے۔ پچھلے دو ہزار سال میں مختلف اقوام کی جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے جہاں تک دُنیا کا تعلّق ہے تو ایک تیز نگاہ عیسائی کی طرح ایک تیز نگاہ مُسلمان کی نظر سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ دُنیا میں ایک حصّہ ایسا ہے جہاں فضلِ خداوندی نے بدھ مت کی بہت مدد کی اور دیگر

Whatever the disadvantages of modern education, it serves to implant a more global concept of world history and geography than is normally held by members of traditional civilisation which tend, as we have seen, to be aloof and introspective. The wider knowledge is a mixed blessing, but where it exists it must be taken into account. An intelligent Muslim, living in the modern world, is bound to realize sooner or later, suddenly or gradually, not only that the Quranic message has not been made to prevail over all religion, but also that providence itself is directly responsible for the short-coming. The shock of this realization may shatter his belief, unless he be enabled to understand that the verse in question has a wider significance. In the narrower sense, all religion can only be taken to mean 'all religion in your part of the world.' But if all religion be interpreted in an absolute sense, and if idolators be made to include such people as the Germans and Celts, many of whom were still pagan at the outset of Islam, then the religion of Truth must also be given its widest application, and the words once again' must be understood (i.e. He it is who hath sent ...), for the Divinity has sent messengers before, and never with anything other than the religion of Truth. These last four words, like the term Islam itself, can be taken in a universal sense, to include all true religion. The Quran makes it clear that the religions of Adam, Noah, Abraham, Moses and Jesus may be called Islam in its literal meaning of submission to God. In this sense Islam may be said to have been made to prevail over all religion. But in its narrower sense Islam has only been allowed to prevail over all religion in a limited part of the world. It is now fourteen hundred years since the revelation of the Quran and Providence has allowed non-Quranic modes of the religion of Truth to remain as barriers to the Quranic message in more than half the globe.

فہم سلیم جو زیادہ سے زیادہ قبول کر سکتی ہے وہ وہ دعوے ہیں جو اس حقیقت کے قدرتی نتائج ہیں کہ اسلام روئے زمین پر سب سے جدید تصرف الٰہی ہے یہ دعوے اگرچہ معتدبہ ہیں لیکن مطلق نہیں بلکہ اضافی ہیں۔ جدید دُنیا کا ایک مسلمان دانشور اس بات کو تسلیم کیے بغیر بے چین رہے گا، اور

ادیان کے لیے خواہ وہ عیسائیت ہو یا اسلام ہو بہت کم گیا ہے۔ وہی مُسلمان اس بات کا بھی مشاہدہ کرے گا کہ دُنیا میں ایک اور حصّہ ایسا ہے جس میں خُدا کے فضل نے عیسائیت کی دیگر ادیان کی بنسبت بہت زیادہ مدد کی ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

(وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچّا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے گو مُشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)

اس آیت کے بارے میں Martin Lings کا تبصرہ پڑھیے۔

The most that a sound intelligence can accept are the claims which naturally result from the fact that Islam represents the most recent Divine intervention upon earth. But these claims, though considerable, are relative, not absolute; and a Muslim intellectual in the modern world will not find peace of mind except by assenting to this. It should not however be difficult for him to do so, for a glance at those passages of the Quran on which the theologians. exclusivism is based shows that the verses in question call for a deeper and more universal interpretation than is generally given.

One of these passages is the following:

He it is who hath sent his messenger with guidance and the religion of Truth, that He may make it prevail over all religion, though the idolators be averse.

This verse can be given a narrower or widerinterpretation. Its more immediate meaning is clearly the narrower one: the messenger is Muhammad, the religion of Truth is the Quranic message and the idolaters are the pagan Arabs, Persians, Berbers and certain other pagans. But what of the words that He may make it prevail over all religion? It is here that the crux of the matter may be said to lie.

اس کو تسلیم کرنا اس کے لیے دشوار بھی نہیں ہے کیونکہ قرآن کی وہ آیات جن پر علماء دینیات کی فکر عدم شرکت (دین غیر) مبنی ہے ان پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ زیر بحث آیات کی جو تاویل عام طور سے کی جاتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ عمیق اور عالمگیر تفسیر و تاویل کا تقاضا کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ آیت ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

اس آیت کا محدود تر مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے اور وسیع مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے۔ بادی النظر میں اسکا جو معنی سامنے آتا ہے وہ وہ ہے جو محدود ہے یعنی یہ کہ محمد رسول ہیں اور دینِ حق قرآنی پیغام ہے اور مشرکین میں بُت پرست عرب آتش پرست، بربر اور بعض دیگر جاہلی اقوام، لیکن پھر ان الفاظ کا کیا مطلب ہوگا کہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔ اصل مسئلہ اور عقدہ تو یہی ہے۔

جدید تعلیم کے جو بھی نقصان ہوں لیکن اس کا یہ فائدہ ضرور ہے کہ تنہا اور خود بینی میں مشغول روایتی تہذیب کے افراد دُنیا کی تاریخ اور جغرافیہ کا جو تصوّر رکھتے ہیں جدید تعلیم اس سے بڑھ کر عالمی تصوّر دیتی ہے۔ وسعت علمی اگرچہ ایک ملی جلی نعمت ہے لیکن اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جدید دُنیا میں رہنے والا دانشور مُسلمان جلد یا بدیر، اچانک یا تدریجاً اس حقیقت کو سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ قرآنی پیغام کو دیگر تمام ادیان پر غلبہ نہیں دیا گیا اور اس کوتاہی کی براہِ راست ذمّہ دار خود فضل خداوندی ہے۔ اس حقیقت کا ادراک صدمہ بن کر شاید اس کے عقیدے کو بکھیر کر رکھ دے اگر وہ یہ سمجھنے کے قابل نہ ہو کہ اس آیت کا مطلب اتنا محدود نہیں بلکہ اس سے کہیں وسیع ہے۔ ہاں محدود معنی میں یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ دُنیا کے تمہارے حصے میں دیگر تمام ادیان پر غلبہ دیا گیا ہے، لیکن اگر دیگر ادیان کو مطلق لیا جائے اور بُت پرستوں میں جرمنوں اور Celts وغیرہ قوموں کو بھی شمار کیا جائے کہ جن میں سے بہت سے ابتدائے اسلام کے وقت بت پرستی میں مُبتلا تھے پھر دین حق کا اطلاق وسیع تر رکھنا پڑیگا اور آیت کے الفاظ کو دوبارہ سمجھنا پڑیگا (اس طرح سے) کہ خُدا نے ہی پہلے بھی رسولوں کو بھیجا ہے اور صرف دین حق ہی دے کر بھیجا ہے۔ لفظ اسلام کی طرح ان چار الفاظ ارسله رسوله بالهدی ودین الحق کا بھی عالمی مفہوم لیا جا سکتا ہے تاکہ ان

(بقیہ بر صـ ۶۴)

حاصلِ مطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

حضرت یزید بن ابی جبیبؒ کا کلمۂ حق

حضرت یزید بن ابی جبیب مصری رحمہ اللہ (م: ۱۲۸ھ) جلیل القدر تابعی ہونے کے ساتھ ساتھ اہلِ مصر کے مفتی بھی تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مصر میں تین مفتی مقرر کیے تھے جن میں سے ایک یزید بن ابی جبیبؒ تھے۔[1]

علّامہ ذہبیؒ آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"یزید بن ابی حبیب مصریؒ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو مصر کا حاکم حوثرہ بن سہیل اُن کی عیادت کو آیا، باتوں باتوں میں اُس نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ: اے ابو رجاء (آپ کی کنیت ہے) کپڑے میں مچھر یا کھٹمل کا خون لگا ہو تو اُس سے نماز ہوگی یا نہیں؟ آپ نے یہ سُن کر اس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا، جب وہ اُٹھ کر جانے لگا تو اُس کی طرف دیکھ کر کہا کہ روزانہ کتنی ہی مخلوقِ خدا کا خون بہاتے ہو تو کچھ نہیں اور کھٹمل یا مچھر کے خون کا مسئلہ دریافت کرنے آتے ہو۔"[2]

"ایک دفعہ زبان بن عبدالعزیز (مصر کے گورنر کے لڑکے) نے حضرت یزید بن ابی جبیب کے پاس پیادہ بھیج کر کہلایا کہ مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے ذرا دیر

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۹ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۰

کے لیے تشریف لے آئیے، آپ نے کہلا بھیجا کہ تم خود آکر پوچھ جاؤ تمہارا
میرے پاس آنا تمہارے حق میں خوبی و زیبائش ہے اور میرا آنا تمہارے لیے
عیب و بد نمائی ہے۔"[1]

امام اعمش رح کی حق گوئی

امام سلیمان بن مہران رحمہ اللہ (م: ۱۴۸ھ) اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدّث اور فقیہ تھے آپ کی آنکھوں میں چونکہ چُندھیا پَن تھا اِس لیے اعمش مشہور ہوگئے تھے۔

آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ حال تھا کہ امام وکیع رح فرماتے ہیں "تقریباً ستر برس آپ نے جماعت کے ساتھ اس طرح نماز پڑھی ہے کہ ایک بار بھی آپ کی تکبیر اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔"[2]

امام وکیع رح یہ بھی فرماتے ہیں کہ: مَیں ساٹھ برس تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا مَیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اِس عرصہ میں کبھی ایک رکعت بھی قضا کی ہو۔"[3]

عیسٰی ابن یونس رح فرماتے ہیں کہ: "ہم نے اور ہم سے پہلوں نے اعمش جیسا انسان نہیں دیکھا۔"[3]

ابن یونس رح مزید فرماتے ہیں: مَیں نے نہیں دیکھا کہ امام اعمش رح کے نزدیک مالداروں اور بادشاہوں سے بڑھ کر کوئی شخص حقیر و ذلیل ہو حالانکہ آپ تنگ دست و حاجت مند تھے۔"[4]

"ایک دفعہ ایسا ہُوا کہ اُموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آپ کے پاس اپنا ایک مُعتَمَد اِس غرض سے بھیجا کہ آپ سے حضرت عثمان رض کی خوبیاں اور حضرت علی رض کی بُرائیاں لکھوا لائے، جب ایلچی نے خلیفہ کا شقہ دیا تو آپ نے اُس کو پڑھ کر ایک بکری کے مُنہ میں دے دیا، بکری اُس کو چبا چکی تو معتمدِ خلافت سے فرمایا: اپنے آقا سے کہہ دینا اُس کے پروانہ کا یہی جواب ہے، قاصد نے کہا کہ اگر میں آپ سے تحریری جواب نہ لے گیا تو خلیفہ مجھے قتل کروادیگا'

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۰

[2] وفیات الاعیان ج ۲ ص ۴۰۱

[3] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۴۰۱

[4] ایضاً ص ۴۰۰

قاصد نے آپ کی منت سماجت کی کہ جو کچھ جواب ہو لکھ دیجیے۔ ہم نشین حضرات نے بھی اصرار کیا۔ آپ نے قاصد کی منت سماجت اور ہمنشین حضرات کے اصرار پر یہ لکھ دیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد یا امیر المؤمنین فلو کانت لعثمان رضی اللہ عنہ مناقبَ اھلِ الارض ما نفعتْكَ وَلو کانت لعلیٍ رضی اللہ عنہ مَسَاوی اھل الارض ماضرّتْکَ فعلیکَ بخویصۃ نفسکَ والسّلام" [1]

اے امیر المؤمنین اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں سارے جہان کی خوبیاں ہوں تو تمہیں اُن سے کوئی فائدہ نہیں اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سارے جہان کی برائیاں ہوں تو تمہارا کوئی نقصان نہیں لہٰذا تم اُنہیں چھوڑو اپنی خبر لو، والسلام

حضرت امام اعظمؒ کی جرأت و استقامت

امام عالی مقام حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جن کی طرف نسبت کر کے ہم حنفی کہلاتے ہیں۔ اُن سے کون ناواقف ہوگا۔ آپ کو اپنے زمانہ میں دو حکومتوں۔ بنو اُمیہ اور بنو عباس سے سابقہ پڑا ہر حکومت نے آپ کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا چاہا لیکن آپ نے نہایت جرأت و استقامت کے ساتھ استعمال ہونے سے انکار کر دیا جس کی پاداش میں آپ کو دونوں حکومتوں کے ظلم وستم برداشت کرنے پڑے تاریخ کے حوالے سے، ہم قارئین کے سامنے حضرت امام صاحبؒ کی دونوں حکومتوں کے حکمرانوں سے بے باکانہ گفتگو نقل کرتے ہیں۔

بنو اُمیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کی طرف سے یزید بن عمر بن ہبیرۃ عراق کا گورنر تھا۔ اس نے چاہا کہ امام ابوحنیفہؒ منصب قضاء قبول کر لیں، لیکن امام صاحبؒ نے بڑی سختی کے ساتھ انکار کر دیا۔ اس سلسلہ میں دونوں میں کیا گفتگو ہوئی ملاحظہ فرمائیں۔

"ابو احمد عسکری روایت کرتے ہیں کہ ابن ھبیرہ نے چاہا کہ امام ابو حنیفہؒ

---

[1] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۰۴

کوفہ کا منصبِ قضاء قبول کرلیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا اور عہدۂ قضاء قبول نہیں کیا، ابن ھبیرہ نے قسم اُٹھالی کہ اگر ابو حنیفہؒ یہ عہدہ قبول نہیں کریں گے تو وہ اُن کے سر پہ کوڑے بھی برسائے گا اور قید بھی کر دے گا۔ امام صاحبؒ کو یہ صورتِ حال بتلائی گئی اور عہدۂ قضاء قبول کر لینے کا مشورہ دیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ابن ھبیرہ کے کوڑے کھا لینا دنیا میں میرے لیے زیادہ آسان ہے بہ نسبت آخرت میں گرزوں کے برداشت کرنے کے، خدا کی قسم میں یہ عہدہ قبول نہیں کرونگا چاہے وہ مجھے قتل ہی کیوں نہ کردے۔ حضرت امام صاحبؒ سے لوگوں نے کہا کہ دیکھیے ابن ھبیرہ آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک آپ یہ عہدہ قبول نہ کرلیں وہ ایک محل بنا رہا ہے اور آپ کو اُس کی اینٹیں گننے پر لگانے کا سوچ رہا ہے، آپ نے فرمایا: ابن ھبیرہ اگر مجھے کہے کہ میں مسجد کے دروازے گن دوں تو میں اس کی بھی ذمہ داری نہیں لوں گا۔ ابن ھبیرہ کو امام صاحبؒ کی یہ بات پہنچائی گئی تو وہ (غصہ میں تلملاتے ہوئے) بولا کہ اچھا ابو حنیفہؒ کی اتنی جُرأت بڑھ گئی ہے کہ وہ اب دست بدست میرا مقابلہ کرنے لگے ہیں اُس نے آپ کو جیل سے بُلوایا اور دُو بدُو بات کی اور قسم کھائی کہ اگر ابو حنیفہؒ یہ عہدہ قبول نہیں کریں گے تو میں اُن کے سر پر اتنے کوڑے لگواؤں گا کہ یہ مر جائیں گے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا: اِنَّمَا ھِیَ مَیْتَۃٌ وَّاحِدَۃٌ "ابن ھبیرہ کو صرف میری ایک موت تک ہی اختیار ہے۔ ابن ھبیرہ نے بیس کوڑے آپ کے سر پر لگوائے، امام صاحب بولے: ابن ھبیرہ خیال کر کل تو خدا کے سامنے کھڑا ہوگا (میرا تیرے سامنے کھڑا ہونا تو کچھ بھی نہیں) مجھے ڈرا دھمکا نہیں میں کلمہ گو ہوں کل خدا تجھ سے میرے بارے میں سوال کرے گا اور وہ حق بات کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں کریگا۔

ابن ھبیرہ نے جلاد کو روک دیا۔ امام صاحب جیل چلے گئے صبح ہوئی تو امام صاحبؒ کا چہرہ اور سَر کوڑے کھانے کی وجہ سے سوج رہے تھے۔ روایت ہے کہ ابن ھبیرہ نے نبی علیہ السّلام کو رات خواب میں دیکھا آپ ابن ھبیرہ سے فرما رہے ہیں:
" اَمَا تَخَافُ اللّٰہَ تَضْرِبُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ بِلَا جُرْمٍ وَ تُھَدِّدُ تُو خدا سے نہیں ڈرتا کہ میری اُمّت کے ایک فرد کو بلا جرم مارتا ہے اور ڈراتا دھمکاتا ہے"۔ ابن ھبیرہ نے یہ خواب دیکھنے کے بعد امام صاحب کو رہا کر دیا۔[1]

مؤرّخ ابن خَلِّکان کا کہنا ہے کہ

ابن ھبیرہ نے امام صاحبؒ کے ایک سو دس کوڑے لگوائے، روزانہ دس کوڑے لگوانے کا معمول تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو امام صاحبؒ کی یہ مظلومیت یاد آتی تو آپ رونے لگتے اور امام صاحب کے لیے اللہ کے حضور میں اُس کے رحم و کرم کی دُعا کرتے۔

امام ابوحنیفہؒ کے پوتے اسماعیل فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ اپنے والد حماد کے ساتھ مقام کُنَاسہ[2] سے گزرا تو میرے والد رونے لگے مَیں نے پوچھا کہ اَبّا جی کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: بیٹا یہ وہ جگہ ہے جس جگہ ابن ھبیرہ نے میرے والد (اور تمہارے دادا) امام ابوحنیفہؒ کو مسلسل دس روز کوڑے لگواتے تھے۔ روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے، امام صاحبؒ سے کہا جاتا تھا کہ منصبِ قضاء قبول کر لو، لیکن وہ نہیں مانتے تھے"۔[3]

حضرت امام صاحبؒ ابن ھبیرہ کی قید سے چھوٹے تو مکّہ مکرّمہ چلے گئے پھر جب ۱۳۲ھ میں بنو اُمیہ کی حکومت کا سُورج غُروب ہوگیا اور حالات سازگار ہُوئے تو آپ واپس کوفہ

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للامام موفق بن احمد ص ۲۷۴

[2] کوفہ کا ایک محلہ

[3] وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۷

تشریف لے آئے۔ آپ جب کوفہ آئے تو ابوجعفر منصور تختِ خلافت پر متمکن تھا، منصور بھی مطلق العنان حکمران ثابت ہُوا، اہلِ حق اس کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کرنے لگے، اہل بیت میں سے حضرت امام زید رح نے منصور کے خلاف خروج کیا تو امام صاحب رح نے اُن کا بھرپور ساتھ دیا۔ منصور نے لوگوں کو یہ باور کرانے کے لیے کہ امام صاحب رح حکومت کے خلاف نہیں ہیں بلکہ حکومت سے متفق ہیں۔ یہ چاہا کہ امام صاحب رح کو کارِ حکومت میں شریک کرلے اس سلسلہ میں اُس نے آپ کو منصبِ قضاء پیش کیا، آپ نے حسبِ سابق یہ عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا منصور نے آپ کو عہدہ قضاء قبول نہ کرنے پر دھمکیاں دیں، لیکن امام صاحب رح پر اُن کا کوئی اثر نہیں ہُوا۔ اِس سلسلہ میں امام صاحب اور منصور کی گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

مؤرخ ابن خَلِّکَان لکھتے ہیں۔

"ابوجعفر منصور نے آپ کو کوفہ سے بغداد بُلوا لیا تھا، وہ چاہتا تھا کہ آپ کو منصبِ قضاء سپرد کرے، لیکن آپ مانتے نہیں تھے۔ منصور نے قسم اُٹھالی کہ یہ کام آپ کو کرنا پڑے گا۔ آپ نے بھی قسم اُٹھالی کہ میں یہ کام ہرگز نہیں کروں گا، مَیں منصبِ قضاء کی صلاحیت اپنے اندر نہیں پاتا۔ منصور کا حاجب ربیع بولا کہ : امیرالمؤمنین ایک کام کے لیے قسم اُٹھا چکے ہیں (تم اُن کے مقابلہ میں قسم اُٹھا رہے ہو؟) امام صاحب نے فرمایا امیرالمومنین کو اپنی قسموں کے کفارے دینے پر زیادہ قدرت حاصل ہے بہ نسبت میری قسموں کے کفاروں کے۔ بہرطور آپ نے منصبِ قضاء کی ذمّہ داری لینے سے صاف انکار کر دیا، منصور نے اُسی وقت آپ کے جیل بھیجنے کے احکامات جاری کر دیے ... ربیع کا کہنا ہے کہ مَیں نے دیکھا منصور، منصبِ قضاء کے قبول کرلینے کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رح کو اُن کی بات سے نیچے لانے کی کوشش کر رہا ہے اور امام صاحب رح فرما رہے ہیں : منصور، اللہ سے ڈر اور اپنی امانت کا اُسی کو نگران بنا جو اللہ سے (مکمّل طور پہ) ڈرتا ہو۔ خدا کی قسم مجھے تو حالتِ رضا میں بھی اپنے پر

اطمینان نہیں چہ جائیکہ حالتِ غضب، منصور اگر
اور تو مجھے یہ دھمکی دے کہ یا تو منصبِ قضاء کر لو ورنہ مَیں تمہیں دریائے فرات میں غرق کر دوں گا تو مَیں غرق ہونے کو ترجیح دوں گا۔ منصور، تیرے بہت سے ایسے حاشیہ بردار ہیں جو ایسے شخص کے خواہش مند ہیں جو تیری وجہ سے اُنکا اعزاز و اکرام کرے، منصور، مَیں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا، منصور نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم اس کی صلاحیت رکھتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا: لیجیے آپ نے اپنے خلاف خود فیصلہ کر دیا کیا آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ اُس شخص کو قاضی بنائیں جو آپ کے نزدیک جھوٹا ہے"[1]

موفق بن احمد المکی رحؒ (م ۵۶۸ھ) اپنی سند سے تحریر فرماتے ہیں۔

"منصور نے آپ کو کوفہ سے بغداد بلایا اور آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ منصبِ قضاء قبول کرلیں۔ سلطنتِ اسلام کے تمام علاقوں میں آپکے ہاتھوں ہی قاضی مقرّر ہوں مختلف حیل و حجت سے آپ کو قائل کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انکار کر دیا، منصور نے بڑی سخت قسم اُٹھا لی کہ اگر آپ یہ منصب قبول نہیں کریں گے تو مَیں آپ کو قید بھی کر دوں گا اور آپ پر سختی بھی کروں گا۔ اس پر بھی امام صاحبؒ نے (توجّہ نہ دی اور صاف) انکار کر دیا، منصور نے آپ کے جیل بھیج دینے کا حکم جاری کر دیا۔

منصور، جیل میں امام صاحبؒ کے پاس یہ پیغام بھیجتا رہا کہ اگر آپ میری بات مان لیں اور میرا مطالبہ قبول کرلیں تو مَیں آپ کو رہا کردونگا اور آپ کا اعزاز و اکرام کروں گا لیکن امام صاحبؒ سختی سے انکار فرماتے رہے منصور (اس پر غضب ناک ہوا) اور حکم دیا کہ ہر روز آپ کو زندان سے باہر لاکر دس کوڑے لگائے جانے لگے، جب مسلسل یہ عمل ہونے لگا تو آپ

---

[1] وفیات الاعیان، ج ۵ ص ۴۰۶ مناقب موفق بن احمد مکی ص ۴۲۸

اللہ تعالیٰ کے حضور میں روتے اور اللہ سے (رہائی کی) دُعا کی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ آپ کی جیل ہی میں پیٹ کی تکلیف اور سخت اذیّت کی حالت میں وفات ہوگئی آپ کا جنازہ باہر لایا گیا۔ دُنیا آپ پر روتی اور آپ کا جنازہ پڑھا اور خیزران کے مقبرے میں آپ کی تدفین ہوئی۔"[1]

امام مالکؒ کی حق گوئی

امامِ دارالہجرت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۷۹ھ) کو اپنے زمانہ میں متعدد عباسی حکمرانوں سے سابقہ پڑا۔ آپ نے سب کے سامنے کلمہ حق کہا جس کی پاداش میں آپ کو بڑھاپے میں کوڑے برداشت کرنے پڑے، منصور تختِ خلافت پر متمکن ہُوا تو اس نے سوءِ ظنی کی بناء پر فاطمی و علوی سادات کی بیخ کنی شروع کر دی تنگ آکر سادات میں سے محمد[2] ذوالنفس الزکیہؒ نے مدینہ طیّبہ میں اور امام زیدؒ نے بصرہ میں منصور کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کیا۔ حضرت امام مالکؒ مدینہ طیّبہ میں رہتے تھے اس لیے آپ نے محمد ذوالنفس الزکیہؒ کا ساتھ دیا اور برملا یہ فتوٰی دیا کہ "خلافت "نفسِ زکیہ" کا حق ہے۔" لوگوں نے پُوچھا کہ ہم منصور کی بیعت پر حلف اُٹھا چکے ہیں۔ فرمایا منصور نے جبرًا بیعت لی ہے اور جو کام جبرًا کرایا جائے شرع میں اس کا اعتبار نہیں، حدیث میں ہے کہ اگر جبرًا طلاق کسی سے دلوائی جائے تو واقع نہ ہوگی،[3] منصور نے ان حالات کو دیکھتے ہوئے مدینہ طیّبہ کے سابقہ گورنر کو بدل کر اپنے چچازاد بھائی جعفر بن سلیمان کو نیا گورنر مقرّر کیا۔ آگے مؤرخ لکھتا ہے کہ

"جعفر نے مدینہ (طیّبہ) پہنچ کر نئے سرے سے لوگوں سے بیعت لی

---

[1] مناقب موفق ص ۴۲۹ [2] آپ حضرت حسنؓ کے پوتے عبداللہ المحضؒ کے صاحبزادے تھے۔ امام زیدؒ حضرت امام زین العابدینؒ کے صاحبزادے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔

[3] حضرت امام مالکؒ کا موقف یہی ہے لیکن ایک دوسری حدیث کے پیشِ نظر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جبرًا دلوائی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

امام مالکؒ کو کہلا بھیجا کہ آیندہ طلاقِ جبری کے عدمِ اعتبار کا فتویٰ نہ دیں کہ لوگوں کو بیعت جبری کی بے اعتباری عدمِ صحّت کے لیے سند ہاتھ آئے، لیکن امام صاحبؒ نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور بدستور جبری معاملہ کے عدمِ صحّت کا فتویٰ دیتے رہے، جعفر نے غضب ناک ہوکر حکم دیا کہ ان کو ستر کوڑے مارے جائیں، چنانچہ امام دارالہجرت محکمۂ اِمارت میں گنہگاروں کی طرح لائے گئے، کپڑے اُتارے گئے اور شانۂ امامت پر دستِ ظلم نے ستر کوڑے پُورے کیے۔ تمام پیٹھ لہولہان ہوگئی، دونوں ہاتھ مونڈھے سے اُتر گئے، اِس پر بھی جعفر کی تسلّی نہ ہُوئی تو حکم دیا کہ اُونٹ پر بٹھا کر شہر میں اِن کی تشہیر کی جائے، امام صاحبؒ بایں حالِ زار بازاروں اور گلیوں سے گزر رہے تھے اور زبانِ صداقت نشان بہ آوازِ بلند کہہ رہی تھی "جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں۔ فتویٰ دیتا ہوں کہ" طلاقِ جبری دُرست نہیں"[1]

اس کے بعد اسی طرح خُون آلودہ کپڑوں میں مسجد نبویؐ میں تشریف لائے، پشتِ مُبارک سے خُون صاف کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر لوگوں سے فرمایا کہ: سعید بن مسیب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انھوں نے بھی مسجد میں آکر نماز پڑھی تھی"[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ترجمۂ مالکؒ، مناقب للزواوی، بحوالہ تذکرۃ المحدثین ج ۱ ص ۲۹

[2] نقلاً عن الخطیب بحوالہ تذکرۃ المحدثین ج: ۱ ص: ۲۹ -

اخبار الجامعہ

○ ۱۱؍اگست ۱۹۹۹ء بروز بدھ صبح نو بجے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی نوّر اللہ مرقدہ تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور دوپہر کو واپس تشریف لے گئے۔

○ ۱۲؍اگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات حضرت نائب مہتمم صاحب سیالکوٹ تشریف لے گئے

○ ۱۵؍اگست ۱۹۹۹ء بروز اتوار مغرب کی نماز کے بعد حضرت نائب مہتمم صاحب شاد باغ جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے وہاں آپ نے جہاد کے موضوع پر بیان فرمایا۔ اسی روز رات کو دس بجے آپ سخاکوٹ کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۰؍اگست کو واپس تشریف لے آئے۔

○ ۱۵؍اگست ۱۹۹۹ء بروز اتوار سے جامعہ کے ششماہی امتحانات شروع ہوئے۔

○ ۲۴؍اگست ۱۹۹۹ء کو سیالکوٹ سے سیّد مشکور صاحب گیلانی تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۲۸؍اگست ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ صبح شیخوپورہ سے شاعرِ اسلام جناب سیّد امین صاحب گیلانی مدظلہم تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور دوپہر کو کھانے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

بقیہ: مارٹن لنگز

میں تمام سچے ادیان شامل ہوجائیں۔ قرآن نے یہ واضح کر دیا ہے کہ (حضرات) آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کے ادیان کو لغوی معنی یعنی خدا کی تابعداری کے اعتبار سے اسلام کہا جاسکتا ہے۔ اس طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غلبہ دیا گیا ہے جبکہ محدود تر معنی کے اعتبار سے اسلام کو دُنیا کے دیگر تمام ادیان پر صرف ایک محدود علاقے میں غلبہ دیا گیا ہے۔ قرآن کو نازل ہوئے چودہ سو سال ہوچکے ہیں اور خود فضل خداوندی نے دین حق کے غیر قرآنی طریقوں کو نصف سے زیادہ دُنیا میں قرآنی پیغام کے لیے حجاب و رکاوٹ بنا کر رکھا ہوا ہے۔